الروائح الزكية

في مولد خير البرية

(میلاد النبی ﷺ)

تالیف

محدث عصر شیخ عبداللہ ہرری حبشی حفظہ اللہ

ترجمہ و ترتیب

سید علیم اشرف جائسی

ناشر

دارالعلوم جائس درگاہ مخدوم اشرف
جائس ضلع رائے بریلی اتر پردیش انڈیا

الروائح الزكية

في مولد خير البرية

(میلاد النبی ﷺ)

تالیف

محدث عصر شیخ عبداللہ ہرری حبشی حفظہ اللہ

ترجمہ و ترتیب

سید علیم اشرف جائسی

ناشر

دارالعلوم حبیبیہ گلشن رضا، جگپال تال، رائے بریلی، یو. پی.

بحکم: سربراہ اعلی دارالعلوم حضرت مولانا سید محمد احمد اشرف جیلانی جائسی

(C) اس ترجمہ کے حقوق طبع ونشر بحق دارالعلوم جائس محفوظ ہیں

نام کتاب	**الروائح الزکیہ فی مولد خیر البریہ**
مصنف	شیخ عبداللہ ہرری حبشی
مترجم	**سید علیم اشرف جائسی**
ناشر	دارالعلوم حبیبیہ، رائے بریلی
باراول	اکتوبر ۲۰۰۴ء

☆☆☆

Al-Rawaih Al-Zakeeah Fi Mawlid Al-Khair Al-Bareeah

Author : Shaikh Abdullah Al-Harari

Translated By : **Dr. Syed Alim Ashraf Jaisi**

Published By : Daarul Uloom Habibiah ,Jagpal Taal

Raebareli, U.P.Ph. o535-2210053

1st Edition : October, 2004

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ مترجم

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم

میلاد شریف کی قدیم وجدید کتابوں کے ترجمے اوران کی اشاعت کے سلسلے کی یہ پہلی کڑی ہے، امام ابن کثیر کی مولد النبی ﷺ ، امام جلال الدین سیوطی کی حسن المقصد فی عمل المولد کا ترجمہ مکمل ہو گیا ہے، اورسید محمد علوی مالکی مکی مدظلہ العالی کی کتاب ''حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف'' کا ترجمہ،طویل تعلیقات اورمفصل تخریجات کے ساتھ زیر طباعت ہے۔

ان کتابوں کی اشاعت کا مقصد حصول برکت وسعادت بھی ہے، اوراس غلط فہمی کا ازالہ بھی کہ میلاد شریف کا انعقاد ایک عجمی بدعت ہےاور ماضی قریب میں شروع ہوئی ہے۔

میلاد شریف کی کتابیں لکھنے والے ائمہ کرام اور حافظان حدیث میں مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ حافظ ابن دحیہ کلبی ''التنویر فی مولد البشیر والنذیر'' کے نام سے میلاد شریف کی پہلی کتاب کے مصنف ،حافظ ابن ناصر الدین دمشقی (۷۷۷ھ - ۸۴۲ھ)، حافظ عبد الرحیم عراقی (متوفی: ۷۲۵ھ) ، حافظ محمد بن عبد الرحمان سخاوی (۸۳۱ھ - ۹۰۲ھ) صاحب الضوء اللامع ، ملاعلی قاری ہروی (متوفی: ۱۰۱۴ھ)، حافظ ابن دیبع شیبانی یمنی (۸۶۶ھ - ۹۴۴ھ)، حافظ ابن حجر عسقلانی ، حافظ ابن حجر ہیثمی ، ابن جوزی ، ابن عابدین شامی ، مجد الدین فیروز ابادی صاحب القاموس وغیرہ شامل ہیں ۔ بہت سے مانعین میلاد بھی ان حضرات کی جلالت علمی اور فضل وشرف کے قائل ہیں، ان کی تحریروں سے استدلال کرتے ہیں اورانھیں حجت مانتے ہیں۔

اس غالب اکثریت کے برخلاف متقدمین میں چند نام ایسے بھی ہیں جنھوں نے میلاد شریف کی مخالفت کی ہے،لیکن ان کی مخالفت بالعموم علمی اور فکری تھی ،لیکن آج جو مخالفت ہو رہی ہےاس کی بنیاد صرف جماعتی مصلحت ہے،اور یہ محض " كَذَّاب ربيعة أحبُّ إليّ مِن صادق مضر" کے قبیل سے ہے، جو دین و دیانت کے سراسر منافی ہے۔ مانعین کو اس موضوع پر صدق و اخلاص کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ انھیں چاہئے کہ محبت رسول ﷺ کے اس مظہر، اور دعوت دین کے اس وسیلے کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر اس کے بارے میں شخصی یا جماعتی مصلحت یا تعصب کو درمیان میں نہ لائیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مانعین کے بزرگوں میں سے ایک نے اس جانب پیش قدمی کی ہے اور اپنے متبعین کو میلاد شریف کی محفلوں کو منعقد کرنے کی ترغیب دی ہے۔

محفل میلاد منعقد کرنے والوں کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ میلاد شریف کے جائز ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اسے جس طرح چاہے منایا جائے یا اس کے انعقاد میں شریعت کے تقاضوں کو فراموش کر دیا جائے، بلکہ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس پاکیزہ اور روحانی محفل کے تقدس و احترام کا ایسا خیال رکھیں، جو صاحب میلاد ﷺ کے مقام سامی اور عظمت گرامی کے شایانِ شان ہو۔ میلاد شریف کی محفلوں کو غیر سنجیدہ ماحول ،فضول گو شاعروں، جاہل اور پیشہ ور واعظوں ،موضوع اور بے اصل روایتوں ،اسراف و تبذیر کے مظاہروں اور اظہار ذات و نام و نمود کی کوششوں سے دور بہت دور رکھنا چاہئے۔

شیخ عبداللہ ہرری حفظہ اللہ کی زیر نظر تصنیف میلاد شریف کے موضوع پر ایک سنجیدہ،علمی اور بے حد مفید کاوش ہے۔ معاصرین میں عرب و عجم کے بہت سے علماء نے اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے لیکن راقم کے علم و خبر میں حضرت شیخ کی یہ کتاب مختصر ہونے کے باوجود سب سے

جامع و نافع ہے۔اس کی ایک خوبی یہ بھی ہے اس میں عام علماء اور فقہاء کے اقوال سے زیادہ حدیث شریف اور محدثین کرام کے اقوال پر اعتماد کیا گیا ہے، اس طرح یہ عصری تقاضوں سے زیادہ ہم آہنگ ہے، اور قائلین و مانعین دونوں کے لئے یکساں مفید ہے۔

کتاب کی انھیں خوبیوں کے سبب ترجمے و اشاعت کے لئے اس کا انتخاب کیا گیا ہے، مترجم نے امکان بھر یہ کوشش کی ہے کہ ترجمہ ترجمہ ہی رہے ترجمانی نہ ہونے پائے لیکن اس کی وجہ سے کہیں کہیں زبان و بیان کی روانی و شستگی متاثر ہوئی ہے۔ اور اگر کہیں لفظی ترجمے سے انحراف ہوا ہے تو وہ مصنف کے مقصود و مدعا کی وضاحت کے لئے ہی ہوا ہے۔ حواشی سے لفظی تشریحات کو حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ ترجمے میں ان کی ضرورت نہیں تھی۔ بعض حاشیوں کی ترتیب میں بھی ضرورتاً فرق آیا ہے۔ صمیم موضوع سے کم متعلق ہونے کے سبب کتاب کی آخری فصل کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اصل کتاب میں شامل مقدمہ ناشر اور مصنف کے تعارف کو بھی افادۂ عام کے لئے ملخص کر کے ترجمے میں شامل رکھا گیا ہے۔

اللہ تعالی اس عمل کو قبول فرمائے، اس کے نفع کو عام فرمائے اور اس کے مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

إن أردت إلا الإصلاح ، والله من وراء القصد ، و له الحمد أولا و آخرا، و صلى الله تعالى على سيدنا و حبيبنامحمد و آله و أصحابه وحزبه أجمعين۔

سید علیم اشرف جائسی

علی گڑھ، ۲۲/ستمبر ۲۰۰۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمۂ ناشر

(طبع عربی، باردوم: ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷)

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيدنا محمد سيد الأنبياء والمرسلين، وعلى آله الطاهرين وصحابته الطيبين۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد منانا امور حسنہ میں سے ہے کیونکہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش پر خوشی ومسرت کا اظہار ہوتا ہے۔علاوہ ازیں اس میں ذکر الٰہی اور درود وسلام کے لئے لوگ جمع ہوتے ہیں جو باعث اجر وثواب ہے، اس محفل میں صدقات وخیرات وغیرہ بہت سے دوسرے نیک عمل بھی انجام پاتے ہیں۔

مشرق ومغرب کے تمام ملکوں کے علمائے کرام نے میلاد شریف کے عمل کو مستحسن قرار دیا ہے اور متعدد علماء نے اس موضوع پر کتابیں بھی تصنیف کی ہیں، جن میں کچھ منظوم اور کچھ نثری تصنیفات ہیں۔اس کام کی اہمیت کے پیش نظر ہم نے علامہ محدث عبداللہ ہرری معروف بہ حبشی کی کتاب کی اشاعت کا قصد کیا ہے جو مختصر ہونے کے باوجود بڑی جامع اور بے حد مفید کتاب ہے تاکہ لوگ اس سے استفادہ کرسکیں۔ہم اللہ تعالیٰ سے خدمت دین کی توفیق چاہتے ہیں، بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(دارالمشاریع للطباعة والنشر والتوزیع)

(بیروت، لبنان)

کتاب کے مصنف کا مختصر تعارف

نام وپیدائش:

عالم جلیل، امام ومحدث، زاہد ومتقی، فاضل وعابد، صاحب مواہب جلیلہ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن محمد بن یوسف بن عبداللہ بن جامع ہرری شیبی عبدری، مفتیٔ ہرر کی پیدائش تقریباً ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء میں ہرر (حبشہ، اریٹریا) میں ہوئی۔

نشوونما اور سفروسیاحت:

شیخ عبداللہ ہرری کی پرورش وپرداخت ایک متوسط درجے کے علم دوست گھرانے میں ہوئی۔ آپ نے سات سال کی عمر میں تجوید اور تمام ترفنی مہارت کے ساتھ قرآن کریم حفظ کیا اور اپنے والد گرامی سے مقدمۂ خضرمیہ اور فقہ کی کتاب ''الجامع الصغیر'' کی تعلیم حاصل کی۔ بعدازیں شیخ مختلف علوم وفنون کی تحصیل میں منہمک ہوگئے اور متعدد متون کو زبانی یاد کیا۔ پھر صحاح ستہ سمیت حدیث شریف کی بہت سی کتابوں کو مع ان کے اسانید کے حفظ کیا اور روایت حدیث اور فتویٰ نویسی کی اجازت پائی، اس وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال سے کم تھی۔

شیخ نے نہ صرف اپنے شہر بلکہ پورے حبشہ اور صومال کے اہل علم سے فیض حاصل کیا۔ شیخ کو حصول علم کے ان اسفار ورحلات میں بسا اوقات بڑی دشواریوں اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا لیکن وہ انھیں کبھی خاطر میں نہیں لائے اور یہی سلف صالحین کا بھی طریقہ تھا۔ آپ نے اپنی ذہانت وذکاوت اور غیر معمولی قوت حافظہ کی بدولت فقہ شافعی کے فروع واصول اور اس کے وجوہ خلاف کی معرفت میں عبور حاصل کرلیا، آپ کا یہی حال مالکی حنفی اور حنبلی فقہ میں بھی ہوگیا۔ چنانچہ آپ کی جلالت علمی کے

پیش نظر شہر ہرر اور قرب وجوار کی فتویٰ نویسی کی ذمہ داری آپ کو سونپ دی گئی۔

آپ نے فقہ شافعی، اس کے اصول اور علم نحو کی تعلیم عالم جلیل شیخ محمد عبدالسلام ہرری، شیخ محمد عمر جامع ہرری، شیخ محمد رشاد حبشی، اور شیخ محمد سراج جبرتی وغیرہ سے پائی۔عربی علوم کی تحصیل شیخ احمد بصیر اور شیخ احمد بن محمد حبشی سے کی۔ مذاہب ثلاثہ کی فقہ کی تعلیم شیخ محمد عربی فاسی اور شیخ عبدالرحمان حبشی سے پائی۔شیخ شریف حبشی سے ان کے شہر جمّہ میں تفسیر کا درس لیا۔

حدیث شریف اور اس کے علوم کی تحصیل بہت سے اساتذہ ومشائخ سے کی، جن میں سر فہرست مفتی حبشہ شیخ ابوبکر محمد سراج جبرتی اور شیخ عبدالرحمان حبشی ہیں۔آپ نے مسجد حرام کے محدث وقاری شیخ احمد عبدالمطلب جبرتی حبشی، قاری شیخ داؤد جبرتی، اور جامع قراءات سبعہ شیخ قاری محمود فایز دیرعطانی نزیل دمشق وغیرہ سے بھی علم حاصل کیا۔لیکن بایں علم وفضل آپ کے تواضع کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی آپ کے سامنے کسی ایسے موضوع پر گفتگو کرتا ہے جس سے آپ اچھی طرح واقف ہوتے ہیں تو بھی یوں گوش برآواز ہوتے ہیں گویا استفادہ کر رہے ہوں، بقول شاعر:

وتراه يصغي للحديث بسمعه ☆ وبقلبه ولعله أدرى به

شیخ عبداللہ ہرری مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو سید علوی مالکی، شیخ امین کتبی، شیخ محمد یاسین فادانی اور شیخ محمد عربی تبّان وغیرہ سے ملاقاتیں کیں اور اکتساب علم کیا۔وہیں ان کی ملاقات شیخ عبدالغفور افغانی نقشبندی سے بھی ہوئی جن سے وہ سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور اجازت پائی۔

اس کے بعد آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے جہاں محدث محمد بن علی صدیقی بکری ہندی حنفی اور شیخ عبدالقادر شلبی محدث کے شاگرد شیخ ابراہیم ختنی محدث سے خصوصی اکتساب کیا اور اجازت حاصل کی۔ کتب خانہ عارف حکمت اور محمودیہ کے قلمی نسخوں سے خوب استفادہ کیا۔ آپ کو ملنے والی ''اجازات'' اور آپ کو اجازت دینے والوں کی بہت بڑی تعداد ہے۔

گذشتہ صدی عیسوی کی پانچویں دہائی کے اواخر میں حضرت شیخ نے حرمین شریفین سے بیت

المقدس کا قصد کیا، اور وہاں سے دمشق پہنچے جہاں آپ کا زبردست استقبال کیا گیا۔ محدث دیار شام حضرت شیخ بدرالدین حسینی رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد آپ کی قدر ومنزلت میں اور اضافہ ہوگیا۔ آپ نے شام کے مختلف شہروں کا دورہ کیا اور پھر محلّہ قیمریہ کی مسجد ''جامع القطاط'' میں سکونت اختیار کی۔ آپ کی شہرت پھیلتی گئی اور بلاد شام (سیریا، لبنان، فلسطین اور اردن) میں آپ شیخ بدرالدین الحسینی کے نائب وخلیفہ اور محدث دیار شام کے القاب سے مشہور ہوگئے۔

آپ نے شیخ عبدالرحمان سبسی حموی اور شیخ طاہر حمصی سے سلسلہ رفاعیہ کی خلافت واجازت پائی اور شیخ احمد عربینی اور شیخ طیب دمشقی وغیرہ سے سلسلۂ قادریہ کی خلافت واجازت حاصل کی۔

۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۰ء میں شیخ عبداللہ ہرری بیروت میں وارد ہوئے جہاں کے تمام بڑے مشائخ نے آپ کا استقبال کیا۔ ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء میں شیخ نے جامع ازہر کی لبنان کی شاخ میں وہاں کے اس وقت کے ناظم کی دعوت پر طلبہ ازہر کے درمیان علم کلام پر خطبات دئے۔

تصنیفات وآثار:

لوگوں کے عقائد کی اصلاح، ملحدین اور اہل بدعت کی بیخ کنی جیسی مصروفیتوں نے آپ کو تصنیف وتالیف کی فرصت کم ہی دی لیکن بایں ہمہ آپ کی بہت سی قیمتی تصنیفات ہیں۔

۱- شرح الفیۃ السیوطی- (مصطلحات علم حدیث میں) ۲-قصیدۃ فی الاعتقاد- (ساٹھ اشعار پر مشتمل قصیدہ) ۳-الصراط المستقیم- (علم کلام وتوحید، مطبوعہ) ۴-الدلیل القویم علی الصراط المستقیم- (علم کلام وتوحید، مطبوعہ) ۵-مختصر عبداللہ الہرری الکافل بعلم الدین الضروری- (عقیدہ، مطبوعہ) ۶-بغیۃ الطالب بمعرفۃ العلم الدینی الواجب- (کتاب سابق کی شرح، مطبوعہ) ۷-التعقب الحثیث علی من طعن فیما صح من الحدیث- (مطبوعہ، اس کتاب میں ناصر الدین البانی کا رد ہے اور ان کے اقوال کی

(۱) صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الأقضیۃ، باب نقض الأحکام الباطلۃ ورد محدثات الأمور۔

مذمت ہے۔اس کے بارے میں محدث دیار مغرب شیخ عبداللہ غماری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ:''یہ نہایت عمدہ اور مستحکم رد ہے'')۸-نصرة التعقب الحثيث على من طعن فيما صح من الحديث- (مطبوعہ) ۹-الروائح الزكية فی مولد خير البرية -(اور یہ زیر نظر کتاب ہے، جس کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔)۱۰-المطالب الوفية شرح العقيدة النسفية-(مطبوعہ)۱۱-اظہار العقيدة السنية بشرح العقيدة الطحاوية-(مطبوعہ)۱۲-شرح الفية الزبد فی الفقہ الشافعی۔۱۳-شرح متن ابی شجاع فی الفقہ الشافعی۔۱۴-شرح الصراط المستقيم۔۱۵-شرح المتن العمشاوية فی الفقہ المالكی۔۱۶-شرح متممة الآجرومية فی النحو۔۱۷-شرح البيقونية فی المصطلح۔۱۸-صريح البيان فی الرد علی من خالف القرآن-(مطبوعہ)۱۹-المقالات السنية فی كشف ضلالات احمد بن تيمية-(مطبوعہ)۲۰-كتاب الدر النضيد فی احكام التجويد-(مطبوعہ) ۲۱-شرح الصفات الثلاث عشرة الواجبة للہ-(مطبوعہ)۲۲-العقيدة المنجية (یہ ایک مختصر رسالہ ہے جسے آپ نے ایک ہی مجلس میں املاء کرایا ہے۔)۲۳-شرح التنبيہ للامام الشيرازی فی الفقہ الشافعی-(غیر مکمل)۲۴-شرح منہج الطلاب للشيخ زكريا الانصاری فی الفقہ الشافعی-(غیر مکمل)۲۵-شرح كتاب سلّم التوفيق الی محبة اللہ علی التحقيق للشيخ عبداللہ باعلوی۔

اخلاق وکردار :

شیخ عبداللہ ہرری انتہائی پرہیزگار، متقی اور متواضع شخصیت کے حامل ہیں۔ ہمہ وقت ذکر وعبادت میں مصروف اور درس وتدریس میں مشغول رہتے ہیں۔ دیکھنے والے انھیں ہمہ وقت تعلیم وتعلم، وعظ ونصیحت اور ذکر وارشاد میں منہمک پاتے ہیں۔آپ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے اور

(۱) صحیح مسلم، تخریج سابق۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ أو کلمۃ طیبۃ وأنہا حجاب من النار؛ و کتاب العلم، باب من سن فی الإسلام سنۃ حسنۃ أو سیئۃ ومن دعا إلی ھدی أو ضلالۃ۔

(۳) صحیح البخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان۔

کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑے رہنے والوں میں سے ہیں، نہایت ذہین وفطین، قوی حجت اور روشن دلائل والے ہیں۔ بڑے ہی حکیم ودانا ہیں اور ہر امر میں مناسب حال معاملہ فرماتے ہیں۔ شریعت کی مخالفت کرنے والوں کی سخت گرفت کرتے ہیں۔ امر معروف ونہی منکر میں بلند حوصلے کے مالک ہیں۔ بدعقیدہ وگمراہ لوگ ان سے ہمیشہ خوف زدہ رہتے ہیں اور ان سے بے حد حسد کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی حفاظت کرنے والا ہے۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمۂ مؤلف

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو سارے عالم کا پروردگار ہے، جس نے ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر ہم سب پر عظیم انعام فرمایا ہے اور انھیں روشن چراغ اور پرہیزگاروں کا پیشوا بنایا ہے۔ اور درود وسلام ہو رسولوں کے خاتم اور نبیوں کے امام پر اور ان کے پاکباز آل واصحاب پر۔

بیشک اللہ عزوجل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بزرگی عطا فرمائی ہے۔ اور ان کی امت کو بھی بزرگی بخشی ہے۔ اس کے مقام کو گزشتہ تمام امتوں سے بلند بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے'' (آل عمران: ۱۱۰) اور اس امت

---

(۱) فتح الباری، ۴: ۲۵۲۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان۔

(۳) الموطأ، کتاب الصلاۃ، باب بدء قیام لیالی رمضان۔

کوجس قدر بلندی اور جتنا بھی شرف حاصل ہے وہ سب اپنے نبی ہی کی بدولت ہے لہٰذا اس نبی کریم کی میلاد کا بیان کرنا، ان کی ولادت کے وقت ظاہر ہونے والی نشانیوں کا ذکر کرنا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو خصائص وفضائل مرحمت فرمائے ہیں ان کا تذکرہ کرنا نہایت مہتم بالشان کام مانا جاتا ہے۔

چونکہ میلاد کے موضوع پر لکھی گئی بیشتر کتابیں ضعیف روایات بلکہ بعض موضوع روایات پر مشتمل ہیں لہٰذا ہم نے کتب سنت سے استخراج کر کے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ چنانچہ اس میں ائمہ حفاظ حدیث کی مشہور کتابوں کی بہترین روایتیں اکٹھا ہوگئی ہیں۔ میرا یہ عمل حصول اجر کے لئے ہے اور اس عمل کے لئے اللہ تعالیٰ کے یہاں جو عظیم ثواب ہے، اسی ثواب کی طلب میں ہے۔ والحمد للہ رب العالمین

بدعت کے معنی اور اس کے حکم کی تحقیق

زبان کے اعتبار سے بدعت اس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی سابق میں کوئی مثال نہ ہو، کہا جاتا ہے:" جئت بأمر بديع" (تو نے انوکھی بات کی ہے) یعنی ایسا نیا اور عجیب کام جو اس سے پہلے معروف نہ رہا ہو۔ اور شریعت کے لحاظ سے بدعت وہ نیا کام ہے جس کے لئے قرآن وسنت سے کوئی دلیل نہ ہو۔ ابن العربی فرماتے ہیں کہ:''بدعت اور محدَث فی حد ذاتہ مذموم نہیں

(۱) فتح الباری،۴:۲۵۳۔
(۲) صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب فضل اللھم ربنا لک الحمد۔
(۳) فتح الباری،۲:۲۸۷۔

ہے، بلکہ وہ بدعت مذموم ہے جو سنت کے مخالف ہے اور نئے کاموں میں سے صرف وہی قابل مذمت ہے جو گمراہی کی طرف لے جائے۔''

بدعت کی قسمیں :

بدعت کی دو قسمیں ہیں:

بدعت ضلالت: ایسا نیا کام جو قرآن وسنت کے مخالف ہو۔

بدعت ہدایت: ایسا نیا کام جو قرآن وسنت کے موافق ہو۔

یہ تقسیم امام بخاری (۱) اور امام مسلم (۲) کی اس حدیث سے سمجھی جاسکتی ہے جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے، فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" من أحدث فی أمرنا هذا مالیس منه فهو رد" یعنی جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ کام مردود ہے۔ اس حدیث کی روایت امام مسلم (۱) نے کی ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے " من عمل عملا لیس علیه أمرنا فهو رد" یعنی جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے امر کے موافق نہیں ہے وہ مردود ہے۔

بدعت کی یہ تقسیم حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ اس حدیث سے بھی مفہوم وواضح ہے جسے امام مسلم (۲) نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ حضرت جریر فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"من سن فی الإسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من

---

(۱) سنن أبی داود، کتاب الصلاۃ، باب التشہد۔

(۲) تہذیب الأسماء والصفات، ۳:۲۲، مادہ (ب د ع)۔

(۳) رد المحتار علی الدر المختار، ۱:۳۷۶۔

عمل بها بعده من غير أن ينقص من أجورهم شیء، ومن سن فی الإسلام سنة سيئة کان علیه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أوزارهم شیء“ یعنی جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالا تو اسے اس کا ثواب ملے گا اور اور اس کے بعد اس پر چلنے والے تمام لوگوں کا ثواب ملے گا، لیکن ان لوگوں کے اپنے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی، اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ نکالا تو اسے اس کا گناہ ملے گا اور اور اس کے بعد اس پر چلنے والے تمام لوگوں کا گناہ بھی ملے گا، لیکن ان لوگوں کے اپنے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

بخاری شریف (۳) میں ”کتاب صلاۃ التراویح“ میں ہے کہ: ”ابن شہاب کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا اور لوگ اسی حال پر باقی تھے“ حافظ ابن حجر (بخاری کی اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے) لکھتے ہیں کہ: ”یعنی لوگ تراویح کی نماز میں جماعت نہیں کرتے تھے“(۱) ابن شہاب مزید فرماتے ہیں کہ: ”اور یہی حال حضرت ابوبکر کی خلافت اور حضرت عمر کی ابتدائے خلافت میں رہا“ (یعنی لوگ تراویح میں جماعت نہیں کرتے تھے)

اس سلسلے کی تکمیل کے طور پر بخاری شریف میں حضرت عبدالرحمان بن عبدالقاری سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ (۲): رمضان کی ایک شب میں مَیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسجد کی طرف نکلا تو پایا کہ لوگ بکھرے اور بٹے ہوئے ہیں کوئی تنہا اپنی نماز پڑھ رہا ہے، تو کسی کے ساتھ ایک جماعت نماز ادا کر رہی ہے (اسے دیکھ کر) حضرت عمر نے فرمایا کہ: میری

---

(۱) روضۃ الطالبین، ۱:۲۵۳، ۲۵۴۔

(۲) مناقب الشافعی، ۱:۴۶۹۔

خواہش ہے کہ اگر میں ان لوگوں کو ایک قاری (امام) کے پیچھے جمع کردوں تو زیادہ بہتر ہو پھر آپ نے اس کا پختہ ارادہ کیا اور لوگوں کو اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں جمع کردیا۔ پھر ایک دوسری رات مَیں ان کے ساتھ نکلا تو لوگ اپنے امام کے ساتھ باجماعت نماز (تراویح) پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر نے (یہ دیکھ کر) فرمایا کہ: "نعم البدعة هذه" یعنی یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے، اور مؤطا کی روایت میں ہے: "نعمت البدعة هذه" (۳)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ: ''راوی کا قول کہ حضرت عمر نے فرمایا: "نعم البدعة" اور بعض روایت میں تاء کی زیادتی کے ساتھ "نعمت البدعة" وارد ہوا ہے۔ اور بدعت اصل میں وہ نوایجاد امر ہے جس کی سابق میں مثال نہ ہو اور شریعت میں اس کا اطلاق اس نوایجاد پر ہوتا ہے جو سنت کے مقابل ہو اور اس حال میں بدعت مذموم ہوتی ہے۔ اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ اگر بدعت شریعت میں مستحسن کے ضمن میں شامل ہو تو مستحسن ہے اور اگر قبیح کے تحت آئے تو قبیح ہے ورنہ پھر یہ مباح ہوگی (یعنی اس کا کرنا نہ کرنا دونوں جائز ہوگا) اور کبھی احکام کی پانچ قسم کی طرح بدعت کی بھی تقسیم ہوتی ہے'' (۱) واضح رہے کہ احکام کی پانچ قسم سے ان کی مراد: فرض، مندوب، مباح، مکروہ اور حرام ہے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں رِفاعہ بن رافع زرقی سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: ایک دن ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ نے رکوع سے سر اٹھا کر "سمع الله لمن حمده" فرمایا تو جماعت میں سے ایک شخص نے "ربنا ولك الحمد حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه" کہا، نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من المتكلم" یعنی بولنے والا کون ہے۔ اس شخص نے عرض کیا: مَیں، فرمایا: "رأيت بضعة

وثلاثين ملكاًيبتدرونها أيهم يكتبها أول "(۲) میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ اس قول کو پہلے لکھنے کے لئے آپس میں سبقت لے جانے کی کوشش کررہے ہیں۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''اس سے نماز میں غیر ماثور ذکر کے ایجاد کرنے پر استدلال کیا جاتا ہے، بشرطیکہ وہ ماثور کے مخالف نہ ہو''۔(۳)

ابوداؤد حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت کی ہے کہ وہ تشہد میں " وحده لاشريك له" بڑھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ: "أنا زدتها" یعنی میں نے یہ اضافہ کیا ہے۔(۱)

امام نووی اپنی کتاب تہذیب الاسماء واللغات میں لکھتے ہیں کہ: بدعت باء کے زیر کے ساتھ شریعت میں اس نو ایجاد کام کو کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں نہ رہا ہو یہ اچھی اور بری دونوں ہوتی ہے۔ امام ابو محمد عبدالعزیز ابن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ورضی اللہ عنہ جن کی امامت وجلالت علمی اور مختلف علوم وفنون پر قدرت ومہارت پر اجماع ہے۔ وہ کتاب القواعد کے آخر میں فرماتے ہیں کہ: بدعت واجب، حرام، مندوب، مکروہ اور مباح ہوتی ہے اور اسے جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے شریعت کے اصول وقواعد پر پیش کیا جائے اب اگر وہ ایجاب کے قواعد میں داخل ہو تو واجب، تحریم کے قواعد میں داخل ہو تو حرام اور اسی طرح مندوب، مکروہ اور مباح ہوگی''۔(۲)

ابن عابدین شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں کہ: ''کبھی بدعت واجب ہوگی جسے گمراہ فرقے والوں کے رد میں دلائل قائم کرنا اور قرآن وسنت کو سمجھنے بھر نحو کی تعلیم حاصل کرنا، کبھی مندوب ہوتی ہے جسے مسافر خانہ اور مدرسہ بنانا اور ہر وہ احسان کا کام جو صدر اول میں نہیں تھا،

کبھی مکروہ ہوتی ہے جیسے مسجدوں کی آرائش وزیبائش کرنا، اور کبھی مباح ہوتی ہے جیسے لباس اور لذیذ کھانے پینے میں فراخی اختیار کرنا''۔ (۳)

امام نووی روضۃ الطالبین میں دعائے قنوت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''یہ ہے وہ (دعائے قنوت) جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور علماء نے اس میں تبارکت وتعالیت کے پہلے اضافہ کیا ہے: ''ولا یعز من عادیت'' اوراس کے بعد اضافہ کیا ہے: ''فلك الحمد علی ما قضیت أستغفر و أتوب إلیك'' میں کہتا ہوں کہ: میرے اصحاب نے کہا ہے کہ: ''اس زیادتی میں کوئی حرج نہیں ہے، اور ابو حامد بندنجی وغیرہ نے اسے مستحب کہا ہے''۔ (۱)

حافظ بیہقی نے اپنی کتاب ''مناقب الشافعی'' میں اپنی سند سے امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے فرمایا: ''نو ایجاد کاموں کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ کام ہے جو کتاب وسنت یا اثر واجماع کے خلاف ہو تو یہ گمراہی والی بدعت ہے اور دوسرا وہ نیک کام ہے جو ان میں سے کسی کے خلاف نہ ہو تو ایسی بدعت مذموم نہیں ہے''۔ (۲)

چند اچھی اور مستحب بدعتیں

پیروان عیسیٰ علیہ السلام کی بدعت: رہبانیت

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب عزیز میں فرماتا ہے:" و جعلنا في قلوب الذين اتبعوه رأفةو رحمة ورهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم إلا ابتغاء رضوان الله " (الحدید: ۲۷) یعنی اور رہم تھا، اسے ہم نے ان کے لئے مقرر نہیں کیا تھا، انھوں نے ایسا اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے نے ان کے (عیسیٰ علیہ السلام) پیروؤں کے دل میں نرمی ورحمت ڈال دی اور رہبانیت تو یہ انھوں نے ایجاد کیا کیا تھا۔

اس آیت کریمہ سے بدعت حسنہ پر استدلال کیا جاتا ہے، کیونکہ اس کا معنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مومن وتبع امتیوں کی مدح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح فرمائی ہے کیونکہ وہ رافت ورحمت والے تھے، اور انھوں نے رہبانیت کی ایجاد کی تھی۔ رہبانیت: خواہشوں وشہوتوں سے علاحدہ ہونے کا نام ہے۔ ان لوگوں نے خود کو عبادت کے لئے مخصوص کرنے کی غرض سے شادیاں کرنے سے بھی پرہیز کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان " ما كتبنٰها عليهم" کا معنی یہ ہوا کہ ہم نے رہبانیت ان پر فرض نہیں کیا تھا، انھوں نے اس کو اللہ کی قربت حاصل کرنے لئے از خود اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس ایجاد پر ان کی تعریف کی جس کا حکم نہ انجیل میں تھا، اور نہ حضرت

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع......

عیسیٰ علیہ السلام نے ایسا کرنے کے لئے ان سے کہا تھا۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مبالغہ کرنا چاہا اور شادی اور اہل وعیال کے اخراجات میں مصروف ہونے کو چھوڑ کر تجرد وتنہائی کی زندگی کو اپنایا، چنانچہ وہ لوگ شہروں سے دور جھونپڑیاں بنا کر اس میں عبادت وریاضت میں مصروف رہتے تھے۔

حضرت خبیب کا قتل کے وقت دو رکعت نماز پڑھنا:

بدعت حسنہ کے قبیل سے ہی حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کا مقتل میں دو رکعت نماز ادا کرنا ہے۔ جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ: ''مجھ سے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی ہے انھوں نے ہشام بن یوسف عن معمر عن الزہری عن عمرو بن ابی سفیان ثقفی عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ جاسوسی کے لئے روانہ فرمایا اور ان پر حضرت عاصم بن ثابت انصاری کو امیر مقرر فرمایا۔ یہ عاصم بن عمر بن خطاب کے ماموں تھے۔ جب یہ لوگ (مدینہ سے) نکل کر عسفان اور مکہ مکرمہ کے درمیان ایک جگہ پہنچے تو کسی نے ان کے بارے میں قبیلۂ لحیان والوں کو خبر دے دیا، یہ قبیلۂ ہذیل کی ایک شاخ ہے، تو انھوں نے تقریباً سو تیر اندازوں کو ان کی تلاش میں بھیج دیا، وہ ان کے پیروں کے نشان تلاش کرتے ہوئے ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں انھیں کھجوروں کی گٹھلیاں ملیں جنھیں دیکھ کر بولے کہ یہ تو یثرب کی کھجوریں ہیں، وہ لوگ نشانوں کے پیچھے چلتے رہے، جب حضرت عاصم اور ان کے ساتھیوں نے دیکھا کہ وہ لوگ قریب آ گئے تو یہ لوگ ایک پہاڑی پر چڑھ گئے، کافروں نے پہاڑی کو گھیر لیا اور ان سے کہنے لگے کہ اگر تم لوگ

(۱) کتاب المصاحف، ۱۴۱۔

نیچے آ کر خود کو ہمارے سپرد کر دو تو ہم کسی کو قتل نہیں کریں گے۔ حضرت عاصم نے کہا ساتھیو! میں تو خود کو کافر کی پناہ میں دینے کو تیار نہیں ہوں اور دعا کی: اے اللہ! ہمارے حال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرما۔ کافروں نے تیر برسانا شروع کر دیا جس سے حضرت عاصم اور ان کے سات ہمراہی شہید ہو گئے باقی بچے خبیب، زید (بن دثنہ) اور ایک تیسرے شخص (عبداللہ بن طارق) انھیں کافروں نے عہد و پیمان دیا تو یہ حضرت ان کے عہد و پیمان کا بھروسہ کر کے (پہاڑی سے نیچے) اتر آئے اور جب انھوں نے خود کو ان کے سپرد کر دیا، تو کافروں نے انھیں کی کمانوں سے تانت نکال کر ان کی مشکیں باندھنا شروع کر دیا۔ تیسرے ساتھی (یعنی عبداللہ بن طارق) نے کہا کہ یہ تو ابھی سے بے وفائی کرنے لگے اور کافروں کے ساتھ جانے سے سختی سے انکار کر دیا۔ کافروں نے بڑی کھینچ تان اور کوشش کی کہ وہ بھی ان کے ساتھ چلیں لیکن وہ کسی طرح آمادہ نہیں ہوئے تو انھیں قتل کر کے خبیب اور زید کو لے کر چلے اور انھیں مکہ لا کر فروخت کر دیا۔ حضرت خبیب کو بنو حارث بن عامر بن نوفل نے خرید لیا کیونکہ غزوۂ بدر میں حضرت خبیب نے حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ حضرت خبیب عرصے تک ان کی قید میں رہے یہاں تک کہ ان لوگوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا اس کے لئے انھوں نے حارث کی بیٹی سے استرا مانگا عورت نے استرا دے دیا اور کسی سبب اپنے بچے کی طرف سے غافل ہو گئی بچہ حضرت خبیب کے پاس پہنچ گیا اور انھوں نے اسے اپنی ران پر بٹھا لیا (وہ عورت کہتی ہے) جب میں نے اپنے بچے کو ان کے پاس دیکھا تو

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب الأذان یوم الجمعۃ۔
الزوراء: مدینہ منورہ میں ایک جگہ کا نام ہے، دیکھئے: معجم البلدان، ۳:۱۵۶۔
(۲) فتح الباری، ۲:۳۹۴۔
(۳) نفس مرجع، نفس صفحہ۔

بہت گھبرائی خبیب نے میری پریشانی کو محسوس کیا اور کہا تم اس لئے ڈر رہی ہو کہ میں بچے کو قتل کردوں گا میں انشاء اللہ ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ وہ عورت کہتی تھی کہ میں نے خبیب سے زیادہ نیک کوئی قیدی نہیں دیکھا میں نے ان کو انگور کے خوشوں سے انگور کھاتے ہوئے دیکھا حالانکہ ان دنوں مکہ میں کوئی پھل نہیں تھا اور وہ زنجیر میں جکڑے ہوتے تھے بلا شبہ ان کا یہ رزق اللہ ہی کی جانب سے ہوتا تھا۔ جب بنی حارث انھیں قتل کے لئے حدود حرم سے باہر لے گئے اس وقت حضرت خبیب نے کہا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دے دو پھر نماز کے بعد کافروں سے مخاطب ہو کر بولے کہ اگر مجھے اس بات کا خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ گمان کرو گے کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں تو اور زیادہ نماز پڑھتا۔ اس طرح آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے قتل کے وقت دو رکعت پڑھنے کا طریقہ نکالا۔ پھر دعا کی، اے اللہ! انھیں چن چن کر ہلاک کر اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑ پھر فرمایا:

فلست أبالی حين أُقتل مسلما ☆ علی أی شق كان فی الله مصرعی

و ذلك فی ذات الإلٰه وإن يشأ ☆ يُبارك فی أوصال شلو ممزع

ترجمہ: جب میں مسلمان قتل کیا جاؤں تو مجھے اس کی فکر نہیں کہ راہ خدا میں کس پہلو مجھے موت آئے، میری یہ قربانی اللہ کے لئے ہے اگر وہ چاہے تو میرے اعضائے بریدہ میں برکتیں عطا فرمائے۔

پھر عقبہ بن حارث نے ان کے پاس جا کر انھیں قتل کر دیا۔ قریش نے حضرت عاصم بن ثابت کی طرف چند آدمی روانہ کئے تا کہ وہ ان کے بدن کا کچھ حصہ لے کر آئے جس سے حضرت عاصم کی پہچان ہو سکے کیونکہ انھوں نے غزوۂ بدر میں قریش کے بڑے لوگوں میں سے ایک کو قتل کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی لاش کے پاس بھڑوں کی طرح کچھ بھیج دیا جنھوں نے ان

کی لاش کے پاس کسی کو پھٹکنے نہیں دیا اور قریش کے فرستادہ ان کے بدن کا کوئی حصہ لے جانے میں کامیاب نہیں ہو سکے‘‘۔(۱)

یحییٰ بن یعمر کا مصحف شریف پر نقطے لگانا:

بدعت حسنہ میں سے قرآن کریم پر نقطوں کا لگانا بھی ہے۔صحابہ کرام جنھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِملا کرانے پر وحی الٰہی کی کتابت کی تھی انھوں نے باء اور تاء اور ان جیسے دوسرے حروف کو بغیر نقطوں کے لکھا تھا، یوں ہی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف کے چھ نسخے تیار کروائے تھے، جن میں سے ایک نسخہ اپنے پاس رکھا تھا اور باقی کو مکہ مکرمہ بصرہ وغیرہ مختلف علاقوں میں بھجوایا تھا تو یہ مصاحف بھی بغیر نقطوں کے تھے۔اور سب سے پہلے جس نے مصحف پر نقطے لگائے وہ ایک صاحب علم وفضل اور تقوی والے تابعی تھے جن کا نام یحییٰ بن یعمر تھا۔ابوداؤد سجستانی اپنی کتاب ’’کتاب المصاحف‘‘ میں لکھتے ہیں کہ: ’’مجھ سے عبداللہ نے ان سے محمد بن عبداللہ مخزومی نے، ان سے احمد بن نصر بن مالک نے، ان سے حسین بن ولید نے، ان سے ہارون بن موسیٰ نے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ: جس نے سب سے پہلے مصحف میں نقطے لگائے وہ یحییٰ بن یعمر تھے‘‘۔(۱)

اس سے پہلے قرآن کے نسخے بغیر نقطوں کے لکھے جاتے تھے۔لیکن جب انھوں نے یہ کام کیا تو کسی نے ان کی تردید نہیں کی باوجودیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصحف پر نقطے

---

(۱) معبد جہنی کے بارے میں دیکھئے: التبصیر فی الدین، ۲۱؛ وتہذیب التہذیب، ۱۰: ۲۲۵۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الإیمان کا آغاز۔

(۳) قدریہ کے عقائد اور مختلف فرقوں کے بارے میں دیکھئے: التبصیر فی الدین، ۶۳- ۹۵۔

لگانے کا کوئی حکم نہیں دیا ہے۔

حضرت عثمان کا جمعہ میں ایک اذان کا اضافہ :

یہ وہ بدعت (حسنہ) ہے جسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایجاد کیا ہے، چنانچہ صحیح بخاری شریف کی عبارت (کا ترجمہ) ہے کہ: ''مجھ سے آدم نے حدیث بیان کی ہے انھوں نے ابن ابی ذئب سے، انھوں نے زہری سے انھوں نے سائب بن یزید سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: جمعہ کے دن اذان اس وقت شروع ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا یہ حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے وقت میں رہا اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد آیا اور لوگ بہت ہو گئے تو انھوں نے زوراء کے مقام پر ایک تیسری اذان کا اضافہ کیا''۔(۱)

حافظ ابن حجر فتح میں فرماتے ہیں کہ: ''بخاری ہی میں وکیع عن ابن ابی ذئب کی روایت میں ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) کے عہد میں جمعہ کے دن دو اذانیں تھیں، ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ ''اذانیں'' یعنی دو اذان کہنے سے ان کی مراد اذان اور اقامت ہے تغلیب کے طور پر ''اذانیں'' کہہ دیا، یا اس لئے کہ دونوں اعلان میں مشترک ہیں جیسا کہ اذان کے ابواب میں گزر چکا ہے''۔(۲)

ابن حجر مزید کہتے ہیں کہ: ''ان کا قول ہے ''تیسری اذان کا اضافہ کیا'' اور وکیع عن ابن ابی ذئب کی روایت میں ہے کہ: تو عثمان (رضی اللہ عنہ) نے اول اذان کا حکم دیا اور اسی طور پر

---

(۱) جہم بن صفوان اور فرقۂ جبریہ کے سلسلے میں دیکھئے: التبصیر فی الدین، ۱۰۷؛ والفرق بین الفِرَق، ۲۱۱؛ والملل والنحل، ۱:۸۶۔

(۲) خارجیوں کے عقائد اور مختلف فرقوں کے لئے دیکھئے: التبصیر فی الدین، ۴۵-۶۲۔

اسی کے مثل شافعی سے بھی مروی ہے۔اوران دونوں کے درمیان کوئی ٹکراؤنہیں ہے اس لئے کہ اضافی ہونے کے سبب اس کا نام تیسری رکھ دیا گیا اوراس حیثیت سے کہ وہ اذان اور اقامت سے پہلے تھی ،اس کا نام پہلی رکھ دیا گیا اور عقیل کی روایت جو دو باب کے بعد آ رہی ہے میں ہے کہ ’’دوسری اذان کا حکم حضرت عثمان نے دیا‘‘ دوسری نام دینے میں صرف اذان حقیقی کا اعتبار کیا گیا ہے اقامت کا نہیں‘‘۔(۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد منانا:

انشاءاللہ اس موضوع پر گفتگو آنے والی ایک علاحدہ فصل میں ہوگی۔

اذان کے بعد بآ واز بلند درود شریف پڑھنا :

اذان کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بآ واز بلند درود شریف پڑھنا بھی بدعت حسنہ میں سے ہے، جو سات سو ہجری کے بعد شروع ہوئی ،اور یہ عمل پہلے نہ تھا۔

حضور کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا:

بدعت حسنہ ہی میں سے حضور کے نام مبارک کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا بھی ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں اور امراء کے نام جو خط لکھے ہیں ان میں یہ نہیں لکھا ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف یہ لکھا کرتے تھے: ” من محمد رسول الله إلى فلان “ محمد رسول اللہ کی جانب سے فلاں کی طرف۔

---

(۱) سنن أبي داؤد، کتاب السنة، باب لزوم السنة

صالحین کا سلاسل طریقت کو ایجاد کرنا :

بدعت حسنہ ہی میں سے بعض اہل اللہ کا سلاسل طریقت وتصوف کی بنا ڈالنا بھی ہے جیسے رفاعیہ، قادریہ وغیرہ۔اور یہ تقریباً چالیس سلسلے ہیں۔اوران سلسلوں کی اصل بدعت حسنہ ہی ہے۔ان سلسلوں کی طرف نسبت رکھنے والے کچھ لوگ جادۂ حق سے الگ ہو گئے ہیں لیکن اس سے ان سلسلوں کی اصل پر کوئی حرف نہیں آتا ہے۔

گمراہی والی بدعتیں

یہ دوقسم کی ہیں: وہ بدعت جس کا تعلق اصول دین سے ہے۔اور وہ بدعت جوفروع سے تعلق رکھتی ہے۔

اصول دین سے تعلق رکھنے والی بدعت وہ ہے جو عقیدہ میں ایجاد ہوئی ہو،اور جو صحابہ کے عقیدے کے خلاف ہو،اس بدعت کی مثالیں بہت ہیں۔ان میں بعض مندرجہ ذیل ہیں۔

قدر کے انکار کی بدعت :

اس بدعت کی ایجاد سب سے پہلے بصرہ میں معبد جہنی (۱) نے کیا جیسا کہ صحیح مسلم میں یحییٰ بن یعمر سے مروی ہے۔(۲) اور یہ لوگ قدریہ کہلاتے ہیں۔ (۳) یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے افعال کو مقدر نہیں کیا،اور نہ ہی ان کے افعال کو خلق کیا ہے۔ان کے خیال میں یہ

---

(۱) شرح صحیح مسلم،۶:۱۵۴۔

افعال اختیار یہ خود بندوں کی تخلیق ہیں۔ ان میں سے بعض یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خیر کو مقدر کیا ہے شر کو نہیں۔ اور مرتکب گناہ کبیرہ نہ مومن ہے نہ کافر، بلکہ وہ دو منزلوں کے بیچ ایک منزل میں ہے، یہ گناہگاروں کی شفاعت کے منکر ہیں، اور جنت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کا بھی انکار کرتے ہیں۔

جہمیہ کی بدعت:

انھیں جبریہ کہا جاتا ہے اور یہ جہم بن صفوان (۱) کے پیرو ہیں، یہ لوگ کہتے ہیں کہ: بندے اپنے افعال میں مجبور محض ہیں، اور انھیں کوئی اختیار حاصل نہیں ہے، بلکہ وہ ہوا میں معلق تنکے کی طرح ہے جسے ہوا دائیں بائیں جدھر چاہتی ہے گھماتی رہتی ہے۔

خارجیوں کی بدعت:

یہ وہ ہیں جنھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر خروج کیا اور یہ گناہ کبیرہ کرنے والوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ (۲)

ایسے موجودات وحوادث کا قول کرنا جس کی ابتدا نہ ہو:

اور یہ ایسی بدعت ہے جو صراحتاً عقل ونقل دونوں کے خلاف ہے۔

فروع دین سے تعلق رکھنے والی بدعت بھی مذکور تقسیم کے اعتبار سے منقسم ہوتی ہے۔

بدعات سیئہ عملیہ:

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ (ص) لکھنا اور اس سے زیادہ برا اور قبیح (صلعم) لکھنا ہے۔

☆ انھیں میں سے بعض لوگوں کا ایسے مصلوں یا تکیوں پر تیمّم کرنا ہے جس پر مٹی کی گرد

نہ ہو۔

☆انھیں میں سے اسم جلالت (اللہ) کی تحریف ہے جو سلسلۂ تصوف کی طرف منسوب بعض لوگ کرتے ہیں۔ جب وہ اسم جلالت کا ورد کرتے ہیں تو یا تو لام اور ہاء کے درمیان الف کو حذف کر دیتے ہیں اور اسے بغیر مد کے بولتے ہیں، یا تو خود ہاء کو حذف کر دیتے ہیں اور ''اللا'' کہتے ہیں۔اور ان میں سے بعض ''ءاہ'' کہتے ہیں جب کہ یہ لفظ اظہار تکلیف وشکایت کے لئے بنایا گیا ہے اور اس پر اہل زبان کا اجماع ہے۔خلیل بن احمد کہتے ہیں کہ اسم جلالت (اللہ) سے مد کے الف کو حذف کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ: کیا حضرت عرباض بن ساریہ سے مروی ابوداؤد کی حدیث میں یہ نہیں فرمایا ہے کہ: "وإياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة"(۱) یعنی نوایجاد سے بچو کیونکہ ہر نوایجاد بدعت ہے اور ہر بدعت گمرہی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں لفظ عام ہے اور معنی مخصوص ہے۔اور اس کی دلیل وہ احادیث ہیں جو ابھی گزری ہیں۔لہٰذا یہی کہا جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد وہ نوایجاد ہے جو کتاب، سنت، اجماع یا اثر کے خلاف ہو۔

امام نووی صحیح مسلم کی شرح میں کہتے ہیں کہ: ''اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: " وكل بدعة ضلالة" یعنی ہر بدعت گمرہی ہے، یہ عام مخصوص ہے اور اس سے مراد اکثر بدعتیں ہیں'' اس کے بعد بدعت کی پانچ قسموں میں تقسیم کی ہے: واجب، مندوب، حرام، مکروہ، مباح

(۱) فسح قاسیون دمشق کا ایک محلّہ ہے (پہلے یہ ایک پہاڑی تھی)، اور اسی مسجد کے جانب میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی روح اللہ روحہ کا مزار ہے۔(مترجم)

(۲) الحاوی للفتاوی، ۱:۱۸۹-۱۹۷۔

اور فرمایا: ''جب اس بات کو سمجھ لیا گیا جسے میں نے ذکر کیا ہے تو پتہ چل گیا کہ یہ حدیث ''عام مخصوص'' میں سے ہے اور اس سے ملتی ہوئی وہ احادیث بھی جو وارد ہوئی ہیں عام مخصوص ہیں (یعنی لفظ عام اور معنی خاص ہے)، اور میری بات کی تائید حضرت عمر کے تراویح کے بارے میں اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ " نعمت البدعة" اور لفظ ''کُل'' کے ساتھ تاکید ہونا اس بات سے مانع نہیں ہے کہ یہ حدیث (کل بدعة ضلالة) عام مخصوص ہو کیونکہ تخصیص لفظ ''کُل'' کے ساتھ بھی ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان "و تدمر کل شیء" (احقاف:۲۵)''۔(۱)

اور اس تقسیم کو شیخ عبد العزیز عبد السلام نے کتاب القواعد کے آخر میں قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ان سے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کیا ہے اور اسے تسلیم بھی کیا ہے۔

☆☆☆

(۱) البدایة والنہایة، ۳:۱۳۶۔

(۲) الحاوی للفتاوی، ۱:۱۹۰۔

(۳) وفیات الأعیان، ۳:۴۴۹۔

محفل میلاد شریف اوراس کے جواز کے دلائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کومنانا بھی بدعت حسنہ میں سے ہے۔اس لئے کہ یہ عمل نہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھااور نہ اس سے متصل زمانے میں۔ یہ تو ساتویں صدی ہجری کے آغاز میں شروع ہوا ہے۔اورسب سے پہلے اسے جس نے شروع کیا وہ اربل کا بادشاہ مظفر تھا جوایک عالم پرہیزگاراور بہادر شخص تھا۔اوراس محفل میں اس نے بہت سے علماء کواکٹھا کیا جن میں اصحاب حدیث بھی تھے اورصوفیائے صادقین بھی تھے۔اورمشرق ومغرب کے علماء نے اس کام کو پسندفرمایا جن میں حافظ احمد بن حجرعسقلانی، حافظ سخاوی اورحافظ جلال الدین سیوطی وغیرہ شامل ہیں۔

حافظ سخاوی نے اپنے فتاویٰ میں ذکرکیا ہے کہ میلادشریف منانے کا عمل قرون ثلاثہ کے بعد شروع ہوا۔اورتب سے دنیا بھر کے تمام بڑے شہروں میں اہل اسلام میلادشریف مناتے

چلے آرہے ہیں۔ مسلمان میلاد کی راتوں میں انواع واقسام کے صدقات وخیرات کرتے ہیں، میلاد کی کتابوں کو پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور میلاد کی برکتوں سے ان پر بے پایاں فضل ہوتا ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی نے میلاد شریف کے موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام انھوں نے " حسن المقصد فی عمل المولد" رکھا ہے اس میں فرماتے ہیں کہ ''ربیع الاول کے مہینے میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کے بارے میں سوال کیا گیا ہے کہ شرعی نقطۂ نظر سے اس کا کیا حکم ہے؟ یہ قابل تعریف ہے یا قابل مذمت؟ اور کیا میلاد کرنے والا ثواب پائے گا یا نہیں؟۔ تو میرا جواب ہے کہ: میلاد شریف کی اصل لوگوں کا اکٹھا ہونا، جتنا میسر ہو تلاوت قرآن کرنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی احوال کے بارے میں وارد اخبار وروایات کو بیان کرنا اور آپ کی پیدائش کے وقت جو نشانیاں ظاہر ہوئیں ان کا ذکر کرنا ہے۔ پھر لوگوں کے لئے دستر خوان بچھتا ہے لوگ کھاتے ہیں۔ اور ان امور پر کچھ اضافہ کئے بغیر لوٹ جاتے ہیں۔ اور یہ ایک بدعت حسنہ ہے، اسے کرنے والا ثواب کا مستحق ہوگا۔ کیونکہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیمِ شان ہے، اور آپ کی پیدائش پر مسرت وخوشی کا اظہار ہے۔ جس نے اس کام کو سب سے پہلے شروع کیا وہ اربل کا بادشاہ مظفر ابوسعید کوکبری بن زین الدین علی بن بکتکین تھا جس کا شمار بڑے عظیم وسخی بادشاہوں میں ہوتا ہے، اور اس نے کئی اچھی نشانیاں چھوڑیں ہیں۔ فسح قاسیون (۱) کی مسجد جامع مظفری بھی اسی بادشاہ کی تعمیر کردہ ہے۔''(۲)

ابن کثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ: ''وہ (بادشاہ مظفر) ربیع الاول میں میلاد شریف مناتا تھا اور عظیم الشان جشن برپا کرتا تھا۔ وہ ایک نڈر، بہادر، جانباز، عاقل، عالم اور عادل بادشاہ

تھے۔اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور انھیں بلند درجہ عطا فرمائے۔شیخ ابوالخطاب ابن دحیہ نے ان کے لئے میلاد شریف کی ایک کتاب تصنیف کی اور اس کا نام "التنویر فی مولد البشیر والنذیر" رکھا تو انھوں نے شیخ کو ایک ہزار دینار پیش کیا۔انھوں نے ایک طویل عرصے تک حکمرانی کی اور سات سو تیس ہجری میں جب وہ عکا شہر میں فرنگیوں کے گرد حصار ڈالے ہوئے تھے ان کا انتقال ہو گیا وہ اچھی سیرت وخصلت کا حامل تھے"۔(۱)

سبط ابن جوزی نے مرأۃ الزمان میں ذکر کیا ہے کہ ان کے یہاں میلاد شریف میں بڑے بڑے علماء وصوفیاء شرکت کرتے تھے۔(۲)

ابن خلکان حافظ ابن دحیہ کے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ:"وہ اعیان علماء اور مشاہیر فضلاء میں سے تھے۔مراکش سے چل کر شام وعراق پہنچے۔۶۰۷ھ میں اربل سے گزرے تو وہاں کے عظیم القدر بادشاہ مظفر الدین بن زین الدین کو پایا کہ وہ میلاد شریف کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔چنانچہ انھوں نے ان کے لئے کتاب "التنویر فی مولد البشیر والنذیر" تصنیف فرمایا، اور خود بادشاہ کو یہ کتاب پڑھ کر سنایا، تو بادشاہ نے انھیں ایک ہزار دینار پیش کیا"۔(۳)

حافظ سیوطی فرماتے ہیں کہ:"امام حافظ ابوالفضل احمد بن حجر نے میلاد شریف کے لئے ایک اصل اور دلیل کا استخراج سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہے، اور میں نے اس کے لئے ایک دوسری دلیل کا استخراج کیا ہے....."۔

ان (مذکورہ بالا باتوں) سے ظاہر ہے کہ میلاد شریف منانا بدعت حسنہ ہے اور اس کے انکار کی کوئی (معقول) وجہ نہیں ہے۔ بلکہ میلاد شریف سنت حسنہ کہلائے جانے کا مستحق ہے، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں شامل ہے کہ:من سن فی الإسلام سنة

حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها بعده من غير أن ينقص من أجورهم شیء" (یعنی جس نے اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کیا اسے اس کا اجر ملے گا اور اس کے بعد اس پر جو لوگ عمل کریں گے ان کا اجر بھی اسے ملے گا بغیر ان لوگوں کے اجر وثواب میں کسی کمی کے) اگر چہ یہ حدیث ایک خاص سلسلے میں وارد ہوئی ہے، اور وہ یہ ہے کہ فقر و فاقہ میں مبتلا ایک جماعت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، وہ لوگ پھٹے ہوئے اور انتہائی بوسیدہ لباس پہنے ہوئے تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے صدقہ جمع کرنے کا حکم دیا تو بہت سارا سامان جمع ہو گیا، جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ :"من سن في الإسلام" ..... " الحدیث۔لیکن اس حدیث کا حکم اس واقعے سے مخصوص نہیں ہو سکتا۔اس لئے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے خصوص سبب کا نہیں ہوتا ہے، جیسا کہ اصولیین کے نزدیک طے شدہ ہے۔اور جو اس کا انکار کرے وہ مجادل اور ہٹ دھرمی ہے۔

☆☆☆

حضور ﷺ کے شرف و بزرگی کے بیان میں وارد بعض آیات قرآنیہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی بہت ساری آیتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل وشرف کا ذکر فرمایا ہے۔ان آیات میں سے بعض وہ ہیں جو آپ کے بلند اخلاق اور علوشان کے بیان پر مشتمل ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: "وإنك لعلى خلق عظيم" ۔(القلم:٦) یعنی آپ اخلاق عظیم پر ہیں۔

اور بعض وہ آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے نسب کی بلندی اور مقام و منزلت کی عظمت کو ظاہر فرمایا ہے، جیسے آیت کریمہ:" لقد جاء كم رسول من أنفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمومنين رؤف رحيم" ۔(التوبۃ:۱۲۸) یعنی بیشک تمہارے پاس تم میں سے ہی ایک ایسا رسول آیا ہے جسے تمہارا نقصان میں پڑنا شاق گزرتا ہے۔ جو تمہاری فلاح کا شدید خواہش مند ہے اور ایمان والوں کے لئے شفیق ورحیم ہے۔

اور بعض ایسی آیتیں ہیں جو دوسرے انبیاء کرام پر نازل کتابوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی جو مدح وثنا کی ہے اس کی نشاندہی کرتی ہیں، جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان: " محمد رسول الله و الذين معه أشداء على الكفار رحماء بينهم ترٰهم ركعا سجدا يبتغون فضلا من الله و رضوانا سيماهم فى وجوههم من أثر السجود ذلك مثلهم فى التورٰة و مثلهم فى الإنجيل كزرع أخرج شطئه فئازره فاستغلظ فاستوى على سوقه يعجب الزراع ليغيظ بهم الكفار" ۔(الفتح:۲۹) یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے

رسول ہیں اور جولوگ ان کے ساتھ ہیں وہ سب کافروں پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔ تم انھیں ہمیشہ رکوع وسجدہ میں اللہ کے فضل ورضا کی طلب میں پاؤ گے۔ ان کے چہروں پر سجدوں کے آثار ظاہر ہیں تورات وانجیل میں ان کی مثال یوں دی گئی ہے گویا وہ ایسی کھیتی ہیں جس نے کونپل نکالی پھر اسے تقویت پہنچائی پھر وہ توانا ہوئی اور پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی اپنے کاشتکاروں کو خوش کرتی ہے تاکہ کفار ان سے جلیں۔

انھیں آیتوں میں وہ آیت بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے جملہ نبیوں پر آپ کی فضیلت اور اسبقیت کو واضح کیا ہے۔ اور وہ آیت ہے:" وإذ اخذ الله میثاق النبیین لمآ ء اتیتکم من کتٰب و حکمة ثم جآء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به و لتنصرنه قال ء أقررتم و أحذتم علی ذلکم إصری قالوا أقررنا قال فاشهدوا و أنا معکم من الشٰهدین" ۔(آل عمران:۸۱) یعنی اور یاد کیجئے جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد و میثاق لیا کہ میں نے تمھیں کتاب ودانائی بخشی ہے پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس جو ہے اس کی تصدیق کرتا ہو، تو تمھیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ فرمایا کہ کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس عہد کی بھاری ذمہ داری اٹھاتے ہو۔ انبیاء نے عرض کیا کہ ہم اقرار کرتے ہیں فرمایا کہ گواہ ہو جاؤ میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

ان میں بعض وہ آیتیں ہیں جو آپ کی تعظیم وتوقیر اور جلالت شان کو ظاہر و باہر کرتی ہیں جیسے ارشاد خداوندی: "إن الذین ینادونك من ورآء الحجرات أكثرهم لا یعقلون ، و لو أنهم صبروا حتی تخرج إلیهم لكان خیرا لهم والله غفور رحیم" ۔(الحجرات:۴-۵) <u>یعنی جولوگ آپ کو حجرے کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے بیشتر ناسمجھ ہیں۔ اگر یہ لوگ صبر</u>

(۱) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ؛ وصحیح ابن حبان، دیکھئے: الإحسان، ۸:۸۱۔

کرتے حتی کہ آپ خود باہر تشریف لاتے تو یہ ان کے لئے زیادہ بہتر تھا اور اللہ تعالیٰ بہت زیادہ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ یونہی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: "یاأیها الذین ء امنوا استجیبوا لله وللرسول إذا دعاکم لما یحییکم "۔(الانفال:۲۶) یعنی اے ایمان والو اللہ ورسول کی پکار پر لبیک کہو کہ یہ تمہیں زندگی بخشنے والی ہے۔

اسی طرح قرآن کا یہ فرمان:" لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا" ۔(النور:۶۳) یعنی رسول کو ایسے نہ پکارو یا آپس میں انھیں ایسے نہ یاد کرو جیسے باہم ایک دوسرے کو پکارتے یا یاد کرتے ہو۔

بعض وہ آیتیں ہیں جو آپ کے پردہ فرمانے کے بعد بھی آپ کی عظمت وشان کے قائم ودائم رہنے کی صراحت کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:" النبی أولی بالمومنین من أنفسکم وأزواجه امهتهم"۔(الاحزاب:۶) یعنی نبی مومنین پر ان کی جانوں سے زیادہ حقدار ہیں، اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ اور فرمایا:" ولا أن تنکحوا أزواجه من بعده أبدا"۔(الاحزاب:۵۳) یعنی اور نہ یہ کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو۔

اور انھیں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی کی قسم یاد کی ہے۔ فرماتا ہے: " لعمرك إنهم لفی سکرتهم یعمهون" ۔(الحجر:۷۲) یعنی آپ کے جان کی قسم یہ سب اپنے نشے میں سرگرداں ہیں۔

☆☆☆

---

(۱) کتاب المناقب، باب فضل النبی ﷺ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب شریف کا ذکر

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مَنَاف بن قُصَیّ بن کلاب بن مُرَّ ۃ بن کعب بن لُؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مُضر بن نزار بن معدّ بن عدنان، ابوالقاسم، اولاد آدم کے سردار، اللہ کا درود وسلام ہو آپ پر جب جب اہل ذکر آپ کا ذکر کریں، اور اہل غفلت آپ کی یاد سے غافل رہیں۔

آپ کے جداعلیٰ عدنان اللہ کے نبی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے تھے جو در حقیقت ذبیح ہیں، اور اللہ کے نبی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ اللہ کا درود وسلام ہو ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اوران کے تمام انبیاء ومرسلین بھائیوں پر۔

یہ آپ کا نسب شریف ہے۔ آپ بنو ہاشم کے منتخب اور برگزیدہ ترین فرد ہیں۔ امام مسلم وغیرہ نے واثلہ بن الاسقع سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إن الله اصطفى كنانة من ولد إسماعيل، واصطفى قريشا من كنانة واصطفى من قريش بني هاشم واصطفاني من بني هاشم" یعنی اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل سے کنانہ کو، کنانہ سے قریش کو، قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھ کو چنا ہے۔

(۱) طبقات ابن سعد، ۱:۹۸۔

امام ترمذی نے اپنی سند سے انھیں سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”إن اللـه اصطفى من ولد إبراهيم إسماعيل واصطفى من ولد إسماعيل كنانة واصطفى من كنانة قريشا واصطفى من قريش بني هاشم واصطفاني من بني هاشم“ یعنی اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراہیم سے اسماعیل علیہ السلام کو، اولادِ اسماعیل سے کنانہ کو، کنانہ سے قریش کو، قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھ کو منتخب کیا ہے۔ (۱)

ابوعیسیٰ (امام ترمذی) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لب لباب اور انتخابوں میں انتخاب ہیں، جیسا کہ بے شمار احادیث وآثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں۔

☆☆☆

(۱) مسند احمد، ۴: ۱۲۷، ۱۲۸؛ ودلائل النبوۃ، ۱: ۸۰؛ والمستدرک للحاکم، ۲: ۶۰۰۔ امام حاکم نے اسے صحیح الإسناد مانا ہے، اور امام ذہبی نے بھی اسے قبول کیا ہے، ابن حجر نے اسے احمد، طبرانی اور بزار کے حوالے سے ذکر کیا ہے، اور کہا ہے کہ امام احمد کے ایک سند کے راوی صحیح کے راوی ہیں، سوائے سعید بن سوید کے، اور انھیں بھی ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے، دیکھئے: مجمع الزوائد، ۸: ۲۲۳۔

شکمِ جناب آمنہ میں

حضور کے والد گرامی جناب عبد اللہ نے بنوزہرہ کی عورتوں کی سردار بی بی آمنہ سے شادی کی جو وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب کی بیٹی تھیں۔شادی کے بعد بی بی آمنہ کی شکم تمام امتوں اور مخلوقات کے سردار سے معمور ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے آپ کو سارے عرب عجم کے لئے نعمت بنا کر اس وجود میں ظاہر کیا۔آپ کا شکم مادر میں تشریف لانا پوری انسانیت کے لئے ایک نورانی سحر کا آغاز تھا۔

ابن سعد یزید بن عبد اللہ بن وہب بن زمعۃ کی پھوپھی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: ''ہم سنتے تھے کہ جب اللہ کے رسول بی بی آمنہ کی شکم میں آئے تو وہ کہا کرتی تھیں کہ: میں نے محسوس ہی نہیں کیا کہ میں حاملہ ہوں اور نہ مجھے کوئی گرانباری تھی جو عام طور پر عورتوں کو ہوتی ہے.. میرے پاس ایک آنے والا آیا اور میں سونے

(۱) مسند احمد، ۵:۲۶۲؛ وامام بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱:۸۴؛ وابوداؤد طیالسی، المسند، حدیث نمبر: ۱۱۴۰؛ و ابن حجر ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۲۲۔

(۲) طبقات ابن سعد، ۱:۱۰۲۔

(۳) بُصری: دمشق کے قریب شام کی ایک آبادی، دیکھئے: معجم البلدان، ۱:۴۴۱۔

جاگنے کے درمیان کی حالت میں تھی۔ اس نے کہا: کیا تمہیں احساس ہے کہ تم حمل سے ہو؟ گویا میں نے جواب دیا کہ: میں نہیں جانتی تو وہ بولا کہ: تمہاری شکم میں اس امت کے سردار اور اس کے نبی ہیں۔ یہ واقعہ دوشنبے کو رونما ہوا۔ بی بی آمنہ فرماتی ہیں کہ اس واقعہ نے مجھے حمل سے ہونے کا یقین دلایا۔ کچھ مدت کے بعد جب ولادت کا وقت قریب ہوا تو وہ آنے والا پھر میرے پاس آیا اور بولا: کہو کہ:" أعيذه بالواحدالصمد من شر كل حاسد" میں اسے ہر حسد کرنے والے کے حسد سے خدائے واحد وصمد کی پناہ میں دیتی ہوں، تو میں یہ کہا کرتی تھی۔"(۱)

ولادت پاک

امام احمد اور امام بیہقی نے صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: " إنی عبد الله وخاتم النبيين وإن آدم لمنجدل فی طينته، وسأخبركم عن ذلك: دعوة أبی إبراهيم، وبشـارة عيسىٰ بی، رؤيا أمی التی رأت، وكذلك أمهات النبيين يَرَين" یعنی میں اللہ کا بندہ اور نبیوں کا خاتم ہوں جب کہ آدم اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔ میں تمھیں اس کی خبر دوں گا: میں اپنے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا ہوں، اور عیسیٰ (علیہ السلام) کی بشارت ہوں جو انھوں نے میرے بارے میں کی، اور اپنی ماں کے خواب کی تعبیر ہوں جو انھوں نے دیکھا تھا، اور یونہی انبیاء کی مائیں دیکھتی ہیں۔(۱)

اور حضور کی والدہ نے آپ کی پیدائش کے وقت ایک نور دیکھا تھا جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے تھے۔

حافظ بیہقی نے" إنی عبد الله و خاتم النبیین و إن آدم لمنجدل فی طینته" کے بعد تحریر کرتے ہیں کہ:''حضور کی مراد یہ ہے کہ وہ قضائے الٰہی اور تقدیر خداوندی میں ایسے تھے قبل ازیں کہ پہلے نبی اور ابوالبشر (آدم علیہ السلام) کا وجود ہو''

امام احمد، بیہقی اور طیالسی نے اپنی اپنی سندوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوامامہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے شروع کا معاملہ کیا تھا؟ فرمایا: "دعوة أبی إبراهیم، وبشری عیسیٰ ابن مریم، ورأت أمی أنه خرج منها نور أضاءت منه قصور الشام" (۱) یعنی میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا، عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی بشارت اور میری ماں نے دیکھا کہ ان کے اندر سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" رأت أمی حین وضعتنی سطع منها نور أضائت له قصور بُصری" (۲) یعنی میری ماں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا کہ ان کے اندر سے ایک چمک دار نور نکلا جس سے بُصری (۳) کے محلات روشن ہو گئے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو اس حال میں کہ آپ زمین پر گھٹنوں کے بل تھے اور سر مبارک آسمان کی طرف اٹھا تھا اور آپ کے ساتھ ہی ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے حتیٰ کہ آپ کی والدہ کو بُصری کے اونٹوں کی گردنیں تک نظر آ گئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود کو''اپنے باپ ابراہیم کی دعا'' کہنے کا مطلب یہ ہے کہ

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی تو اپنے رب سے دعا کرتے ہوئے عرض کیا تھا: "رب اجعل هذا بلدا ءامنا وارزق أهله من الثمرات من ءامن بالله واليوم الآخر "۔(البقرۃ:۱۲۶) یعنی اے رب اسے امن والا شہر بنا دے اور اس کے رہنے والوں میں جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے اسے پھلوں سے رزق عطا فرما۔ پھر فرمایا: " ربنا وابعث فيهم رسولا منهم يتلو عليهم ءايتك ويعلمهم الكتاب والحكمة و يزكيهم إنك أنت العزيز الحكيم " ۔(البقرۃ:۱۲۹) یعنی اے ہمارے رب اور بھیج ان میں انھیں میں سے ایک رسول جو ان پر تیری آیتوں کی تلاوت کرے اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور انھیں پاکیزہ کرے بیشک تو غالب وحکمت والا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان کی اس دعا کو قبول فرمایا اور انھیں مبعوث فرمایا جیسا کہ حضرت ابراہیم نے سوال کیا تھا۔

''عیسیٰ ابن مریم کی بشارت'' سے مراد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وہ بشارت ہے جو انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنی قوم کو دی تھی جس کی حکایت قرآن حکیم یوں فرماتا ہے:

وإذ قال عيسى ابن مريم يبنى إسرائيل إنى رسول الله إليكم مصدقا لما بين يدىّ من التورٰة ومبشرا برسول يأتى من بعدى اسمه أحمد"۔(الصّف:۶) یعنی جب حضرت عیسیٰ نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری جانب اللہ کا پیغمبر ہوں اپنی پیش رو تورات کی تصدیق کرنے والا اور اپنے بعد ایک رسول کے آنے کی بشارت دینے والا جن کا نام احمد ہے۔

(۱) ساوہ: قدیم ایران کا ایک شہر تھا۔ دیکھئے: معجم البلدان،۳:۲۴۔

(۲) اس روایت کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے، دیکھئے:۱:۱۲۶-۱۲۹؛ وتاریخ طبری،۲:۱۳۱،۱۳۲؛ وحافظ عراقی، المورد الھنی (مخطوطہ)،۱۱۔

خلاصہ یہ کہ حضور کی ولادت کی رات ایک بہت شرف وعظمت اور برکت والی رات ہے۔جس کے انوار ظاہر ہیں اور جس کی شان بہت بلند ہے۔اس رات کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وجود کے ساتھ موجود فرمایا۔ چنانچہ بی بی آمنہ نے آپ کو اسی شرف والی رات میں پاکیزگی کے ساتھ پیدا کیا تو آپ سے وہ فضیلتیں، بھلائیاں اور برکتیں ظاہر ہوئیں جس نے ہر عقل ونظر کو خیرہ کردیا۔حدیث وتاریخ جس کے گواہ ہیں۔

☆☆☆

حضور ﷺ کی پیدائش کے وقت ظاہر ہونے والی بعض نشانیاں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش پر بہت نشانیاں ظاہر ہوئیں۔ بیہقی اور ابن عساکر وغیرہ نے ہانی مخزومی سے اپنی اپنی سندوں کے ذریعے روایت کیا ہے کہ: ''جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے ایوان کسریٰ متزلزل ہوگیا، اور اس کے چودہ کنگرے ٹوٹ کر گر گئے۔ فارس کی آگ بجھ گئی جو قبل ازیں ایک ہزار سال میں کبھی نہیں بجھی تھی۔ اور ساوہ (۱) شہر کی جھیل خشک ہوگئی....''۔(۲)

چودہ کنگرے گرنے سے اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ شاہان فارس میں سے صرف چودہ بادشاہ باقی رہ گئے تھے اور ان کا آخری فرد حضرت عثمان کی خلافت کے وقت میں تھا۔

فارس کی آگ وہ آگ تھی جسے اہل فارس پوجتے تھے، اور رات دن اسے جلائے رکھتے تھے اور ساوہ کی جھیل اتنی بڑی تھی کہ اس میں کشتیاں چلتی تھیں۔ حضور کی پیدائش پر فارس کی آگ بجھ گئی اور ساوہ کی جھیل کا پانی خشک ہوگیا۔

ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہونے والی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی تھی کہ شیطانوں کو آسمان سے شہابوں کے ذریعے مارا گیا جیسا کہ بعض علماء نے لکھا ہے۔ البتہ

---

(۱) دلائل النبوۃ، ۱:۷۵۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب الصیام من کل شہر وصوم عاشوراء والاثنین والخمیس؛ ومسند امام احمد، ۵:۲۹۷-۲۹۹؛ وسنن بیہقی، ۴:۲۹۳۔

مشہور اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ شیاطین کو شہابوں کے ذریعے مارنے کا آغاز حضور کی بعثت سے شروع ہوا۔

انھیں نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ ابلیس کو آسمان کی خبروں سے محجوب ومحروم کردیا گیا تو اس نے ایک بہت بھیانک چیخ ماری۔ اس نے ملعون ہونے کے وقت، جنت سے نکالے جانے کے وقت، حضور کی پیدائش کے وقت اور سورۂ فاتحہ کے نزول پر یہ چیخ ماری تھی۔ اور اسے حافظ عراقی نے المورد الھنی میں بقی بن مَخْلَد سے روایت کیا ہے۔

انھیں نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ ہاتف غیبی کو حق کے ظہور کی بشارت دیتے سنا گیا اور بتوں کے اندر سے بھی یہ آواز سنی گئی۔

☆☆☆

زمان ومکان ولادت کا ذکر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے سال میں اختلاف ہے۔ اکثریت کی رائے ہے کہ عام فیل میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ابن عبد البر کہتے ہیں کہ: واقعہ فیل کے ایک ماہ بعد آپ کی پیدائش ہوئی۔

بیہقی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اس سال میں ہوئی جس میں ابرہہ نے ہاتھیوں کے ساتھ خانۂ کعبہ پر لشکر کشی کی تھی''۔(۱)

آپ کی ولادت کا مہینہ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ تاریخ کے بارے میں زیادہ قابل اعتماد قول یہ ہے کہ بارہویں تاریخ تھی۔

البتہ پیدائش کے دن میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں کہ وہ دوشنبہ کا دن تھا۔ امام مسلم نے ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوشنبہ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: " ذاك يوم ولدت فيه، وأنزل عليّ فيه"، یعنی دوشنبہ وہ دن ہے جس دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی۔(۲)

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب المناقب، وکتاب التفسیر؛ وصحیح مسلم، کتاب الفضائل؛ وسنن ترمذی، کتاب الادب؛ وموطا امام مالک، باب اسماء النبی؛ ومسند احمد ۴: ۸۰-۸۴؛ وبیہقی، دلائل النبوۃ ۱: ۲۵۲، ۲۵۳؛ ومسند دارمی، کتاب الرقاق، باب فی أسماء النبی ﷺ۔

مکان پیدائش مکہ مکرمہ ہے اور اکثریت کے مطابق مکہ کے محلّہ سوق اللیل میں آپ کی ولادت ہوئی۔ حافظ عراقی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ ہارون رشید کی والدہ نے آپ کی جائے پیدائش پر ایک مسجد تعمیر کرائی تھی۔ ارزقی کہتے ہیں کہ: ''یہی آپ کی جائے پیدائش ہے اور اس میں اہل مکہ کا کوئی اختلاف نہیں ہے'' اور اب یہ جگہ ''محلۃ المولد'' (محلۂ میلاد) کے نام سے جانی جاتی ہے۔

☆☆☆

(۱) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی أسماء النبی ﷺ

(۲) مسند احمد، ۴:۸۱۔

(۳) دلائل النبوۃ، ۱:۱۵۷، ۱۵۸۔

(۴) دلائل النبوۃ، ۱:۱۵۶۔۱۵۷؛ ومسند طیالسی، ۱۲۷۔

(۵) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب کنیۃ النبی ﷺ، وکتاب الأدب، باب قول النبی ﷺ: تسموا باسمی ولاتکنوا بکنیتی؛ وصحیح مسلم، کتاب الأدب؛ وسنن ابن ماجہ؛ کتاب الأدب؛ ودلائل النبوۃ، ۱:۱۶۲۔

اسمائے مبارک اور کنیت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: " محمد رسول الله ... (سورہ الفتح:۲۹)۔یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔اور حضرت عیسیٰ کے قول کی حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ:"ومبشرا برسول يأتي من بعدي اسمه أحمد"(سورة الصّف:٦)۔یعنی اور میں بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور جس کا نام احمد ہوگا۔

بخاری، مسلم اور ترمذی وغیرہ نے حضرت جبیر بن مُطْعِم سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:"إن لي أسماء: أنا محمد، وأنا أحمد وأنا الماحي الذي يمحوا الله بي الكفر وأنا الحاشر الذي يحشر الناس على قدمي وأنا العاقب الذي ليس بعده أحد" یعنی میرے کچھ نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں میرے ذریعے اللہ کفر کو مٹائے گا، میں حاشر ہوں میرے زیر قدم اللہ لوگوں کو جمع فرمائے گا، اور میں عاقب ہوں کہ جس کے بعد کوئی اور نہیں ہے۔(۱)

امام مسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے ناموں سے مطلع کرتے ہوئے فرمایا:" أنا محمد وأحمد والمقفى والحاشر ونبي التوبة ونبي الرحمة" (۱)میں محمد، احمد، مقفی (بعد میں آنے والا) حاشر (جمع کرنے والا) نبی توبہ اور نبی رحمت ہوں۔

امام احمد جبیر بن مطعم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو

(۱) دلائل النبوۃ،۱:۱۶۳۔

(۲) امام حاکم،مستدرک،۲:۶۰۴۔

فرماتے سنا کہ: ''میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں حاشر، ماحی (مٹانے والا) خاتم اور عاقب (سب سے بعد والا) ہوں''(۲)

امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: " إنما أنا رحمة مهداة" (۳) یعنی بیشک میں اللہ کی عطا کردہ رحمت ہوں، اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ: ''اے لوگو بیشک میں اللہ کی عطا کردہ رحمت ہوں''

بیہقی اور طیالسی نے حضرت جبیر بن مطعم سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ: " أنا محمد وأحمد والحاشر ونبي التوبة ونبي الملحمة"۔ (۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت کے بارے میں بخاری ومسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: آپ نے فرمایا:" تسمَّوا باسمي ولا تكتنوا بكنيتي" (۵) یعنی میرے نام پر اپنے نام رکھو لیکن میری کنیت اختیار نہ کرو۔

بیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " لا تجمعوا بين اسمي وكنيتي أنا أبو القاسم، الله يرزق وأنا أقسم"۔(۱) یعنی میرے نام وکنیت کو جمع نہ کرو، میں ابو القاسم ہوں، اللہ رزق دینے والا اور میں بانٹنے والا ہوں۔

امام حاکم نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ جب ابراہیم بن ماریہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے) کی ولادت ہوئی حضور کے پاس جبرئیل آئے اور ان سے کہا: " السلام عليك يا أبا إبراهيم " (۲) اور حاکم کی اس روایت میں ایک راوی ابن لہیعہ ہے جو کہ ضعیف ہے۔

☆☆☆

رضاعت وشق صدر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد جناب عبداللہ کا جب انتقال ہوا اس وقت آپ کی عمر شریف دو ماہ کی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس وقت آپ شکم مادر میں تھے۔ کچھ اور بھی اقوال ہیں۔ حضرت حلیمہ نے آپ کو دودھ پلایا۔ آپ کی رضاعت کا واقعہ خود حضرت حلیمہ کی زبانی مندرجہ ذیل ہے۔

''میں بنو سعد کی عورتوں کے ساتھ دودھ پیتے بچوں کی تلاش میں مکہ آئی۔ میں اپنی چتکبری گدھی پر سوار ہو کر آئی تھی۔ اور وہ سال سخت قحط اور ایسے سوکھے کا سال تھا کہ کچھ بھی نہیں

بچا تھا۔ میرے ساتھ میرے شوہر بھی تھے اور ایک عمر رسیدہ اونٹنی تھی۔ میرے پاس ایک چھوٹا بچہ تھا جس کے رونے کے سبب ہم رات میں سو نہیں پاتے تھے، اور نہ میرے پستانوں میں اس کی ضرورت بھر کا دودھ رہتا تھا۔ مکہ میں ہم میں سے ہر ایک عورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کی پیشکش کی گئی، لیکن کوئی انھیں لینے کے لئے تیار نہ ہوئی کیونکہ ہم ایسے بچوں کو لینا چاہتے تھے جس کے والد حیثیت والے ہوں، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یتیم تھے۔ ہم آپس میں یہ کہتے تھے کہ ایک یتیم کی ماں بھلا ہمارے ساتھ کیا کر سکے گی۔ میرے سوا تمام عورتوں کو دودھ پلانے کے لئے بچے مل گئے تو مجھے یہ بات ناگوار لگی کہ میں بغیر بچے کے واپس جاؤں جب کہ میری تمام ساتھی عورتوں کو بچے مل گئے تھے، تو میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ آؤ واپس چلیں اور اسی یتیم بچے کو لے لیں۔ تو میں نے واپس آ کر انھیں لے لیا، اور اپنی سواری کے پاس پہنچی۔ میرے شوہر نے پوچھا تم نے اسے لے لیا؟ میں نے کہا ہاں کیونکہ مجھے اس کے سوا کوئی اور نہیں ملا تو شوہر نے کہا: تم نے ٹھیک کیا شاید اللہ نے اس بچے میں (ہمارے لئے) بھلائی رکھی ہو۔ میں بولی کہ خدا کی قسم جیسے ہی میں نے اس بچے کو گود میں لیا میرے سینے میں دودھ بھر گیا تو اس بچے نے سیراب ہو کر پیا پھر اس کے بھائی - حضرت حلیمہ کے بیٹے - نے پیا اور وہ بھی سیراب ہو گیا۔ رات کو میرے شوہر نے اونٹنی کے تھنوں کو دودھ سے بھرا ہوا پایا، تو ہم نے اس کا دودھ دوہا اور میں نے اور میرے شوہر نے خوب سیراب ہو کر پیا اور ہم نے وہ رات بھرے پیٹ گزاری اور بچے بھی سوئے۔ (اگلے دن) میرے شوہر نے کہا بخدا اے حلیمہ تم بابرکت ہو گئی ہو ہمارے بچے بھی ٹھیک سے سوئے ہیں۔

حلیمہ فرماتی ہیں: پھر ہم لوگ روانہ ہوئے اور ہماری گدھی قافلے سے آگے نکل گئی لوگ کہنے لگے یہ بھی کیا ہے؟ ہمارے ساتھ چلو نا۔ کیا یہ وہی گدھی ہے جس پر سوار ہو کر تم آئی تھیں؟

میں کہتی بیشک۔اور میری سواری بنوسعد کی آبادی پہنچنے تک قافلے سے آگے ہی چلتی رہی۔ہم اپنی منزل پہنچے جو(خشک سالی کے سبب) ایک بے آب وگیاہ علاقہ تھا، جہاں صبح سے شام تک لوگ اپنی بکریاں چراتے اور میرا چرواہا میری بکریوں کو چراتا شام کو میری بکریاں بھرے پیٹ اور بھرے ہوئے تھنوں کے ساتھ واپس آتیں جب کہ دوسروں کی بکریاں بھوکی آتیں،اوران میں دودھ کا نام ونشان نہ ہوتا۔تو ہم جس قدر چاہتے دودھ پیتے جب کہ آبادی میں کسی کو ایک قطرہ دودھ نہ ملتا۔لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے: برا ہوتمہارا کیا تم لوگ وہاں اپنی بکریاں نہیں چراتے جہاں حلیمہ کا چرواہا چراتا ہے؟ تو وہ اسی وادی میں چرانے لگے جہاں ہماری بکریاں چرتی تھیں لیکن اس کے بعد بھی ان کے جانور بھوکے اور بغیر دودھ کے لوٹتے جب کہ ہمارے جانور دودھ سے بھرے ہوئے ہوتے تھے۔

(حلیمہ فرماتی ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیزی سے بڑھنے لگے وہ ایک دن میں اتنا بڑھتے جتنا کوئی بچہ ایک مہینے میں بڑھتا،اور ایک مہینے میں جتنا کوئی بچہ ایک سال میں بڑھتا، آپ نے ایک سال پورا کرلیا اور کافی صحت مند ہوگئے پھر ہم انھیں لے کران کی ماں کے پاس آئے اوران سے میں نے یا میرے شوہر نے کہا کہ: اس بچے کو ہمیں (کچھ اور دن کے لئے) واپس دے دیجئے کیونکہ ہمیں خوف ہے کہ کہیں مکہ کی بیماریاں اسے نقصان نہ پہنچائیں۔جب کہ ہم اس بچے کی برکتوں کے سبب اسے واپس لے جانا چاہتے تھے۔بہر کیف ہم اصرار کرتے رہے حتی کہ ان کی ماں نے ہمیں بچے کو لے جانے کی اجازت دے دی۔چنانچہ ہم انھیں لے کر لوٹ آئے۔واپسی کے دو ماہ بعد ایک دن وہ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ گھر کے پچھواڑے ہمارے جانوروں کو چرا رہے تھے کہ میرا بیٹا دوڑتا ہوا آیا اور مجھ سے اور اپنے باپ سے کہا کہ: میرے

(۱) دیکھئے: الإحسان بترتیب ابن حبان، ۸:۸۲-۸۴۔

قریشی بھائی کی خبر لیجئے ان کے پاس دولوگ آئے ہیں جنھوں نے ان کولٹا کران کا پیٹ پھاڑ دیا ہے۔تو ہم دونوں تیزی سے وہاں پہنچے۔آپ کھڑے تھےاورآپ کا رنگ متغیر تھاہم دونوں نے آپ کو گلے لگایااور پوچھا، کیا ہوا میرے بچے؟ فرمایا: میرے پاس دوشخص آئے جوسفید لباس پہنے ہوئے تھے دونوں نے مجھے لٹا کرمیرے پیٹ کوشق کردیااس کے بعد بخدا مجھے کچھ پتانہیں کہ انھوں نے کیا کیا۔اس کے بعد ہم انھیں لے کر واپس آئے،میرے شوہر کہنے لگے: حلیمہ مجھے لگتا ہے کہ یہ بچہ کسی شئے کا شکار ہوگیا ہے،اوراس سے پہلے کہ کوئی خوفناک بات ظاہر ہوچلواس کواس کے گھر والوں کوواپس دے آئیں،تو ہم انھیں لے کران کی ماں کے پاس آئے تو وہ بولیں کہ تم لوگ تو انھیں اپنے پاس رکھنے کے بڑے خواہش مند تھےتو اب واپس کیوں کرر ہے ہو؟ میں نے کہا:نہیں بخدا کوئی ایسی بات نہیں ہے ہم نے ان کی کفالت کی اور جو ہمارا فرض بنتا تھا اسے پورا کیا، پھرہمیں اس بات کا خوف ہوا کہ انھیں مبادا کوئی حادثہ نہ پیش آجائے لہٰذا ہم نے سوچا کہ یہ اپنے گھر ہی میں رہیں تو بہتر ہے۔آپ کی ماں نے فرمایا: یہ بات تو ہرگز نہیں ہے، کیا بات ہوئی ہے مجھے اپنے اوراس بچے کے بارے میں سب کچھ بتاؤ، چنانچہ ہم نے ان کے اصرار پر پورا واقعہ انھیں سنادیا۔آپ کی ماں نے فرمایا کہ(اس بات سے)تم لوگ ان کے بارے میں خوف زدہ ہوگئے۔تمھیں خوفزدہ ہونے کی ہرگز ضرورت نہیں تھی، خدا کی قسم میرا یہ بیٹا بڑی شان والا ہے۔میں تمھیں اس کے بارے میں بتاتی ہوں۔جب یہ میرے شکم میں تھے تو کوئی دوسرا حمل نہ اس سے زیادہ خفیف تھا نہ اس سے زیادہ برکت والا۔میں نے شہاب کے مانند ایک نور دیکھا جو ولادت کے وقت میرے اندر سے نکلا جس سے بُصری کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہوگئیں اور یہ عام بچوں کی طرح پیدا نہیں ہوئے بلکہ جب یہ پیدا ہوئے تو ان کے ہاتھ زمین پر تھے اور یہ اپنے سر کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔تم دونوں انھیں چھوڑ دو اور جاؤ اپنا کام دیکھو'

ابن حبان مذکورہ بالا واقعے کو لفظ بلفظ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: ''وہب بن جریر بن حازم اپنے والد سے، وہ محمد بن اسحٰق سے اور وہ جہم بن ابی جہم سے اسی کے مثل بیان کرتے ہیں۔ مجھ سے حدیث بیان کی ہے عبداللہ بن محمد نے ان سے اسحاق بن ابراہیم نے اور ان سے وہب بن جریر نے''(۱)

حافظ عراقی ابن حبان کے حوالے سے اس قصے کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: ''..... اسی طرح زیاد بن عبداللہ البکّائی نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے، انھوں نے تحدیث کی صراحت کی ہے لیکن اس کے اتصال میں شک کیا ہے۔ اسی طرح مجھ سے محمد بن علی بن عبدالعزیز قطروانی نے سند عالی کے ساتھ حدیث بیان کی ہے، انھوں نے محمد بن ربیعہ سے، امھوں نے عبدالقوی بن عبدالعزیز حباب سے، انھوں نے عبداللہ بن رفاعہ سے، انھوں نے علی بن حسن خلعی سے، انھوں نے عبدالرحمان بن عمر بن نحاس سے، انھوں نے عبداللہ بن جعفر بن ورد سے، انھوں نے عبدالرحیم برقی سے، انھوں نے عبدالملک بن ہشام سے اور انھوں نے عبداللہ بن بکّائی سے حدیث روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ان سے محمد بن اسحاق نے حدیث بیان کی ہے اور ان سے جہم بن ابوجہم جو حارث بن حاطب جمحی کے غلام تھے انھوں نے حدیث بیان کی ہے، اور جہم نے عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے یا پھر جس سے سنا ہے ان سے روایت کی ہے، راوی فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضائی ماں حلیمہ بنت ابی ذؤیب السعدیۃ بیان کرتی ہیں کہ: ''میں اپنے شوہر ایک چھوٹے شیر خوار بچے کے ساتھ اپنے گاؤں سے چلی.....'' بعدازیں بعض لفظی اختلاف کے ساتھ یہی قصہ بیان کیا اور اتنا اضافہ ہے کہ: ''وہ اللہ کی طرف سے کثرت وخیر پاتے رہے تا آنکہ ان کا دو سال گزر گیا۔ آپ اتنی تیزی سے بڑھ رہے تھے جتنا عام بچے

نہیں بڑھتے اور آپ دو ہی سال میں خاصے بڑے اور قوی ہو گئے.....''

راوی کا قول ''دوسال'' ہی صحیح ہے اور ابن حبان نے جو''ایک سال'' کا قول کیا ہے وہ کسی راوی کی غلطی ہے''۔(۱) حافظ عراقی کا کلام انھیں کے الفاظ میں ختم ہوا۔(۲)

امام مسلم وغیرہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ ان کے پاس جبریل آئے اور انھیں لٹا دیا پھر آپ کے سینے کو شق کر کے اس میں سے آپ کے قلب مبارک کو نکالا اور اس سے خون کے ایک چھوٹے لوتھڑے کو الگ کیا اور کہا کہ: یہ تمہارے اندر شیطان کا نصیب تھا پھر آپ کے قلب کو سونے کی ایک تھالی میں زمزم کے پانی سے دھویا، اسے درست کیا اور اس کی جگہ پر واپس رکھ دیا۔ دوسرے بچے بھاگتے ہوئے ان کی ماں یعنی دائی کے پاس آئے اور بولے: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا گیا۔ لوگ دوڑ کر آئے تو آپ کے رنگ کو متغیر پایا''(۱)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں حضور کے سینۂ مبارک پر اس سلائی کے اثر دیکھا کرتا تھا۔

حافظ بیہقی مسلم کے حوالے سے اسے نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ: ''یہ حدیث اصحاب سیرت ومغازی کے یہاں مشہور قصے کی موافقت کرتی ہے''۔

امام مسلم نے حضرت انس سے ہی روایت کیا ہے، کہتے ہیں کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے گھر میں تھا کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور مجھے زمزم کے پاس لے گیا پھر میرا سینہ کھولا گیا اور اسے زمزم کے پانی سے دھلا گیا پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان وحکمت سے بھرا ہوا تھا جسے میرے سینے میں بھر دیا گیا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس کا اثر بھی دکھارہے تھے۔ پھر فرشتہ مجھے لے کر آسمان دنیا تک چڑھا اور اسے کھلوایا.....‘‘ بعدازیں حدیث معراج کا ذکر ہے۔(۲)

حافظ بیہقی اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں کہ: ’’ہوسکتا ہے کہ شق صدر دوبار واقع ہوا ہو: پہلی بار جب آپ اپنی دائی حلیمہ کے پاس تھے اور دوبارہ بعثت کے بعد شب معراج مکہ مکرمہ میں‘‘۔(۱)

اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو ابن حبان نے ذکر کیا ہے فرماتے ہیں: ’’پہلی بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک اس وقت شق کیا گیا جب آپ چھوٹے تھے اور بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے اور آپ کے اندر سے لوتھڑے کو نکالا گیا تھا۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو (ملکوت سماوات وارض کی) سیر کرانے کا ارادہ فرمایا تو جبریل کو دوبارہ شق صدر کا حکم دیا۔ انھوں نے آپ کے قلب مبارک کو نکالا اسے دھلا اور دوبارہ اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ یہ واقعہ دوبار اور دو مختلف مکانوں میں پیش آیا اور ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے‘‘۔(۲)

☆☆☆

رسول اللہ ﷺ کے بعض
اخلاق وشمائل اور آپ کی صورت وسیرت

امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: "کان رسول الله ﷺ أحسن الناس وجها، و أحسنهم خُلقا، ليس بالطويل الذاهب، و لا بالقصير" ۔(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت چہرے والے تھے، اور سب سے زیادہ اچھے اخلاق وعادات والے تھے۔ نہ بہت زیادہ لمبے تھے اور نہ کم قد کے۔

امام بیہقی اور امام طبرانی ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا: میں نے رُبیع بنت مُعَوّذ سے کہا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کیجئے؟ بولیں: اگر تم نے انھیں دیکھا ہوتا تو کہتے: " الشمس طالعة" (۲) سورج طلوع ہو گیا ہے۔

امام ترمذی اور امام احمد حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں: وہ فرماتے ہیں کہ:

---

(۱) المورد الهنی (مخطوطہ)،۱۳-۱۵۔

(۲) امام بیہقی کی روایت میں بھی دو سال کا ہی ذکر ہے۔ دیکھئے: دلائل النبوۃ،۱: ۱۳۵۔

"مارأيت شيئا أحسن من النبی ﷺ كأن الشمس تجری فی وجهه، و ما رأيت أحدا أسرع فی مشيه منه كأن الأرض تُطوی له ، إنالنجتهد وإنه غير مكترث"(١) میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی، گویا آپ کے چہرۂ مبارک میں سورج گردش کررہا ہو، اور میں نے کسی کو بھی چلنے میں آپ سے زیادہ تیز رفتار نہیں دیکھا گویا بساط زمین آپ کے لئے لپیٹ دی گئی ہو ہم (آپ کا ساتھ دینے کے لئے) انتہائی کوشش کرتے تھے جب کہ آپ آرام سے چل رہے ہوتے تھے۔

امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی وغیرہ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک آپ کے دونوں کندھوں کو چھوتے تھے''(٢) اور بخاری و مسلم میں انھیں سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک نصف کانوں تک تھے''۔(٣)

امام مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: "ما شممت شيئا قط مسكا و لا عنبرا أطيب من ريح رسول الله ﷺ ، ولا مسست قط حريرا و لا ديباجا ألين مسًامن كف رسول الله ﷺ" (٤) میں نے کسی ایسی چیز کو نہیں سونگھا ہے، مشک ہو یا عنبر جو حضور (کے بدن) کی خوشبو سے زیادہ اچھی ہو، اور میں نے حضور کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم کسی چیز کو نہیں چھوا ہے ریشم ہو یا دیباج۔

---

(١) صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء، مسند احمد،٣:١٢١، ١٤٩، ٢٨٨؛ وبیہقی، دلائل النبوۃ،١:١٤٧ ابن حبان، الإحسان،٨:٨٢۔

(٢) صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم متوسط القامت تھے، آپ کے پشت مبارک کا اوپری حصہ چوڑا تھا، آپ سارے لوگوں میں عظیم اور خوبصورت تھے۔آپ کی زلف مبارک آپ کے کانوں تک پہنچتی تھی آپ کے جسم پر سرخ لباس تھا میں نے ان سے زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا''۔(۱)

امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت طویل تھے نہ قصیر نہ اتنے سفید تھے کہ ناپسندیدہ ہو نہ زیادہ گیہواں رنگ والے تھے، نہ بہت گھنگھرالے بالوں والے تھے نہ بالکل سیدھے بالوں والے، اللہ تعالیٰ نے چالیسویں سال کے آغاز میں آپ کو مبعوث فرمایا۔آپ نے دس سال مکہ میں قیام کیا اور ساٹھویں سال کے شروع میں آپ کا وصال ہوا اور اس وقت آپ کے سر اور داڑھی میں بیس سفید بال نہیں تھے''۔(۲)

امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اکثر مسجد نبوی میں آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کا شعر گنگنایا کرتے تھے جس میں آپ کے گورے رنگ کا ذکر ہے۔

وأبيض يستسقى الغمام بوجهه ☆ ثمال اليتامى عصمة للأرامل

(وہ ایسے گورے رنگ والے ہیں کہ جن کے چہرے کے وسیلے سے بادلوں سے پانی طلب کیا جاتا ہے، وہ یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کے محافظ ہیں۔)

---

(۱) دلائل النبوۃ،۱:۱۴۸،۱۴۹۔

(۲) الإحسان بترتیب صحیح ابن حبان،۸:۸۲

اور جو بھی سنتا اس سے فرماتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی تھے۔(۱)

امام بزار سند حسن کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: وہ فرماتی ہیں کہ: میں نے اس شعر کو اپنے والد کے بارے میں پڑھا

وأبيض يستسقى الغمام بوجهه ثمال اليتامى عصمة للأرامل

تو میرے والد نے فرمایا کہ: وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔(۲)

آپ کے اخلاق کی عظمت پر قرآن کی یہ آیت کریمہ شاہد عدل ہے "إنك لعلى خلق عظيم"۔(القلم:۴) یعنی آپ خلق عظیم پر ہیں۔حضرت عائشہ سے جب آپ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "فإن خُلق رسول ﷺ كان القرآن" بیشک رسول اللہ کا اخلاق قرآن تھا،اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔(۳)

حضرت عبداللہ بن زبیر نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان" خذ العفو"۔(الاعراف:۱۹۹) یعنی معاف کیا کیجئے۔کے بارے میں کہا کہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ وہ انسانی اخلاق میں سے عفو ودرگزری کو اختیار کریں۔اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں تخریج کیا ہے۔اور دوسروں نے بھی اسے روایت کیا ہے۔(۱)

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ؛ وصحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب صفۃ النبی ﷺ وأنہ کان أحسن الناس وجہا؛ وبیہقی، دلائل النبوۃ، ۱:۱۹۴۔

(۲) بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱:۲۰۰؛ اسی حوالے سے ابن حجر ہیثمی نے اسے ذکر کیا ہے، دیکھئے: مجمع الزوائد، ۸:۲۸۳؛ امام طبرانی نے اسے کبیر اور اوسط میں ذکر کیا ہے، اور فرمایا ہے: ''اس کے راوی ثقہ ہیں'' دیکھئے: المعجم الکبیر، ۲۴:۲۴۷۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ: " ما خُیر رسول اللہ ﷺ بین أمرین إلا أخذ أیسرھما ما لم یکن إثما،فإن کان إثما کان أبعد الناس منہ ، و ما انتقم رسول اللہ ﷺ لنفسہ إلا أن تُنتھك حرمة اللہ تعالی " اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو معاملوں میں ایک کو انتخاب کرنے کا اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان کو منتخب کیا بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو اور اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ اس سے سب سے زیادہ دور رہتے۔ اور آپ نے کبھی بھی اپنی ذات کے لئے بدلہ نہیں لیا البتہ اگر اللہ تعالیٰ کے قوانین کی خلاف ورزی ہو ۔ اور قطان نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ" تو آپ اللہ کے لئے بدلہ لیتے تھے" اس حدیث کی روایت امام بخاری، امام مسلم اور امام بیہقی وغیرہ نے کی ہے۔ (۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: " لم یکن فاحشا و لا متفحشا، و لا سخابا فی الأسواق ، و لا یجزی بالسیئة السیئة ، و لکن یعفو و یصفح ،أو قالت :یعفو و یغفر" حضور بدگو اور فحش کلام نہیں تھے نہ ہی بازاروں میں زور سے بولتے تھے، نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے، لیکن معاف و درگزر کرتے تھے یا فرمایا کہ معاف کرتے تھے اور بخش دیتے تھے۔ ابو

---

(۱) سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ؛ ومسند احمد، ۲: ۳۵۰، ۳۸۰۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب الجعد؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب صفة شعر النبی ﷺ؛ و صحیح نسائی، کتاب الزینة؛ ومسند احمد، ۵: ۱۲۵؛ وبیہقی، دلائل النبوة، ۱: ۲۲۱۔

(۳) بخاری ومسلم، تخریج سابق۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب رائحة النبی ﷺ ولین مسّہ والتبرک بمسّہ؛ وبیہقی، دلائل النبوة، ۱: ۲۵۵۔

داوٗد کو شک ہوا ہے۔(۱)

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ: " کان رسول الله ﷺ أشد حياءً من العذراء في خدرها ، و كان إذا كره شيئا عرفناه في وجهه " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گوشۂ مکان میں رہنے والی کنواریوں سے زیادہ باحیا تھے،اور اگر کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو ہم اسے ان کے چہرے سے جان لیتے تھے۔اس کی روایت بخاری ومسلم نے کی ہے۔(۲)

مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے،فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز میں) اتنا طویل قیام فرمایا کہ آپ کے قدموں پر ورم آ گیا۔لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے وپچھلے ذنب کو معاف نہیں کر دیا ہے؟ (یعنی اس بشارت کے بعد آپ عبادت میں اتنی مشقت کیوں فرماتے ہیں) فرمایا: "افلا أكون عبدا شكورا" کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔اس حدیث کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے۔(۳)

ان صفات کے ساتھ ساتھ آپ اللہ کے معاملے میں بہت سخت و بہادر تھے،امام احمد نے اپنی سند سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے،فرماتے ہیں کہ: "لما كان يوم البدر اتقينا المشركين برسول الله ﷺ ، و كان أشد الناس بأسا " بدر کے دن ہم مشرکین سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ لیا کرتے تھے۔اور آپ سب سے زیادہ قوی تھے۔(۱)

(۱) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ؛ وصحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب صفۃ النبی ﷺ وأنہ کان أحسن الناس وجہا؛ وبیہقی، دلائل النبوۃ،۱: ۲۴۰۔
(۲) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب صفۃ النبی ﷺ ومبعثہ وسنہ؛ وبیہقی، دلائل النبوۃ،۱: ۲۰۳۔

آپ کی عطا وسخاوت کے متعدد واقعات ہیں، ان میں سے ایک وہ ہے جسے امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: " ما سئل رسول الله ﷺ على الإسلام شيئا قط إلا أعطاه ، فأتاه رجل فسأله ، فأمر له بغنم بين جبلين ، فأتى قومه فقال : أسلموا ، فإن محمدا يعطى عطاء من لا يخاف الفاقة "۔ (۲) اسلام لانے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھی مانگا گیا آپ نے ہمیشہ عطا فرمایا۔ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے سوال کیا تو آپ نے اسے دو پہاڑوں کے درمیان کی ساری بکریاں عطا کر دیں، تو وہ شخص اپنی قوم کے پاس آ کر بولا کہ مسلمان ہو جاؤ کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس عطا کرنے والے کی طرح عطا کرتے ہیں جسے فقر وفاقہ کا خوف نہ ہو۔

آپ کے زہد وتواضع اور آخرت کو اختیار کرنے اور اسے ترجیح دینے کے بھی بے شمار واقعات ہیں۔ امام بیہقی، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر لیٹ گئے جس سے آپ کے جسم مبارک پر نشانات پڑ گئے میں ان نشانوں کو ہاتھ سے ملنے لگا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ نے ہمیں حکم کیوں نہ دیا کہ ہم چٹائی پر کچھ بچھا دیتے جو چٹائی (کے کھردرے پن) سے آپ کی حفاظت کرتا اور آپ اسی پر آرام کرتے، تو آپ نے فرمایا:"ما لی وللدنيا ، ما أنا و الدنيا ، إنما أنا و الدنيا كراكب استظل تحت شجرة ثم راح و

(۱) بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱:۲۹۹۔
(۲) کشف الأستار عن زوائد البزار،۴:۱۲۴؛ مجمع الزوائد، ۸:۲۷۵، اور امام ہیثمی نے فرمایا: اس کے راوی ثقہ ہیں۔
(۳) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل۔

ترکھا" ۔(۱) مجھے اس دنیا سے کیا لینا دینا ہے، میرا اس دنیا سے کیا واسطہ ہے میں اور دنیا بالکل ایسے ہیں جیسے کوئی مسافر کسی پیڑ کے نیچے سائے کی طلب میں ٹھہرتا ہے پھر اسے چھوڑ کر چل دیتا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جملہ نیک صفات جیسے صداقت، امانت، صلۂ رحمی، پاکیزگی، سخاوت، شجاعت وغیرہ سے متصف تھے۔ آپ ہر حال، ہر وقت، ہر لمحہ اور ہر نفس اللہ کی اطاعت کرنے والے تھے، ساتھ ساتھ آپ حیران کن فصاحت کے مالک اور لوگوں کو نصیحت کرنے والے تھے، ان پر رحمت ورافت اور احسان وشفقت فرمانے والے تھے۔ آپ فقیروں، یتیموں، بیواؤں اور کمزوروں کی غمگساری فرماتے تھے اور تمام لوگوں میں سب سے زیادہ متواضع تھے۔ ناداروں سے محبت کرتے تھے، ان کے جنازوں میں شریک ہوتے تھے، ان کے مریضوں کی عیادت کرتے تھے، اور یہ سب کچھ آپ کے بے مثال حسن سیرت وصورت اور عظیم الشان نسب پر مستزاد تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "الله أعلم حيث يجعل رسالته" (الانعام:۱۲۵) اللہ جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے، یعنی اس عظیم الشان اور جلیل القدر منصب کے شایان شان کون نفوس قدسیہ ہیں۔

☆☆☆

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۂ اعراف کی تفسیر کا آخری حصہ؛ وسنن أبی داود، کتاب الأدب، باب فی التجاوز فی الأمر؛ وبیہقی، دلائل النبوۃ، ۱:۳۱۰۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ، وکتاب الأدب، باب قول النبی ﷺ: "یسروا ولا تعسروا"، وکتاب الحدود، باب إقامۃ الحدود والانتقام لحرمات اللہ؛ وصحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب مباعدتہ ﷺ للآثام؛ وبیہقی، دلائل النبوۃ، ۱:۳۱۱؛ وامام مالک، موطا، کتاب حسن الخلق۔

کتب میلاد کی بعض روایتیں جن سے بچنا چاہئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل قرآن کریم اور ثابت شدہ احادیث کریمہ سے ثابت ہیں، اور آپ کے فضل وکمال کو ثابت کرنے کے لئے کذب وغلو کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ امام احمد اور امام ابن حبان نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " لاتطروني كما أطرت النصارى عيسى، فانما أنا عبد، فقولوا عبد الله ورسوله"۔(۱) یعنی میری ایسی مبالغہ آمیز مدح مت کرو جیسی نصرانیوں نے (حضرت) عیسیٰ کی مبالغہ آمیز مدح کی ہے، میں بندہ ہی ہوں، تو مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔

علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جھوٹ بولنا کوئی معمولی بات نہیں ہے، بلکہ بڑے گناہوں میں اس کا شمار ہے جیسا کہ امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ

---

(۱) مسند ابوداود طیالسی، ۲۲۴؛ وبیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۳۱۵۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ، وکتاب الأدب، باب الحیاء؛ وصحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب کثرۃ حیاءہ ﷺ؛ وبیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۳۱۶۔

(۳) صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب قیام النبی ﷺ اللیل، وکتاب التفسیر، باب "لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر"؛ وصحیح مسلم، کتاب المنافقین، باب إکثار الأعمال والاجتہاد فی العبادۃ؛ وسنن ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی الاجتہاد فی الصلاۃ؛ وسنن ابن ماجہ، کتاب إقامۃ الصلاۃ، والسنۃ فیہا، باب ماجاء فی طول القیام۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " من حدّث عني بحديث يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبين " ۔(۲) جو مجھ سے کوئی حدیث بیان کرے اور اسے گمان کرے کہ جھوٹ ہے تو وہ دو جھوٹوں میں سے ایک ہے۔ اور امام بخاری و امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من كذب على فليتوأ مقعده من النار"۔(۱) یعنی جو میرے بارے میں غلط بیانی کرے وہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنالے۔

ظاہر ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی توصیف جو آپ سے ثابت نہ ہو اور جس میں غلط بیانی ہو وہ ایسے مبالغے میں شامل ہے جو قابل مذمت ہے اور اس کے لئے یہ چیز دلیل نہیں بن سکتی کہ یہ فضائل کی حدیثوں میں سے ہے کیونکہ جمہور کی رائے میں فضائل کی حدیثوں میں سہل انگاری سے کام لیا جائے گا یعنی ضعیف روایتوں کو بھی قبول کیا جائے گا۔ لیکن جھوٹی روایتیں فضائل میں بھی ناقابل قبول ہیں اور اس بات پر اجماع ہے۔

اور ان برائیوں میں سے جو کافی پھیلی ہیں اور عامۃ الناس میں بے حد مقبول ہیں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر لکھی جانے والی کچھ کتابیں ہیں جو جھوٹی حدیثوں بیمار روایتوں، قابل مذمت مبالغہ بازی، دین پر جھوٹی تہمتوں اور تجسیم و تشبیہ سے بھری ہوئی ہیں لہٰذا ان جھوٹی باتوں کی روایت اور ان کا بیان کرنا سراسر حرام ہیں سوائے اس صورت کے کہ ان روایتوں کے جھوٹ اور ان کے غلط ہونے کی نشاندہی کرنا مقصود ہو صرف اسی صورت میں ان کا بیان جائز ہے۔ اور ان روایتوں سے بچنا ضروری ہے۔

ان تحریف شدہ کتابوں میں سے ایک مشہور کتاب ''مولد العروس'' ہے اس میں ایک

(۱) مسند احمد، ۱:۸۶۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب ما سئل رسول اللہ ﷺ قط، فقال: لا ؛ ومسند احمد، ۳:۱۰۸، ۱۷۵۔

روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے چہرے سے ایک مشت نور لیا اور اس سے کہا کہ محمد ہو جاؤ، تو وہ محمد ہو گیا۔ اس عبارت میں اللہ تعالیٰ کی جانب جزئیت کی نسبت کی گئی ہے جب کہ وہ جزئیت وانحلال سے پاک ہے اور اس کی ذات تعدد وکثرت کو قبول نہیں کرتی اور نہ تجزیہ وانقسام کو۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے بری اور پاک ہے نہ وہ اپنی پیدا کی ہوئی کسی چیز کے مشابہ ہے اور نہ ہی اس کی مخلوق میں کوئی چیز اس کے مشابہ ہے۔ "لیس کمثله شیء وهو السمیع البصیر" (الشوریٰ: ۱۱) یعنی اس کے مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ اور جو اعتقاد کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا ان کے علاوہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا جز ہے اس کا حکم تکفیر قطعی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وجعلوا له من عباده جزءاً" ۔ (الزخرف: ۱۵) یعنی انھوں نے اس کے بندوں میں سے بعض کو اس کا جز بنا دیا۔ اور یہ کتاب ابن جوزی رحمہ اللہ کی تصنیف نہیں ہے بلکہ ان کے نام سے جھوٹ اور غلط طور پر منسوب ہے، ان کی کتابوں میں مخلوقات سے اللہ تعالیٰ کی مشابہت کی نفی اور جسم وجسمانیات سے اس کی تنزیہ و پاکی کا جس طور پر ذکر ملتا ہے وہ اس کتاب میں وارد روایتوں کے خلاف ہے۔ بلکہ اس من گھڑت کتاب میں استعمال شدہ الفاظ کی سطحیت اور اس کی عبارتوں کی ترکیب کی کمزوری اور ضعف تالیف وغیرہ اس بات کے گواہ ہیں کہ یہ ابن جوزی کی تصنیف نہیں ہے جو ایک بلند پایہ محدث، فقیہ اور مفسر تھے، اور انھیں وعظ وارشاد کا غیر معمولی ملکہ حاصل تھا ان کے وعظ سے دلوں کی دھڑکن بڑھ جاتی تھی ان کی فصاحت لسانی، حسن کلام اور وعظ کی تاثیر سے ایک لاکھ یا اس زیادہ لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ وہ فصیح اور عربی زبان میں بے حد قدرت رکھنے والے تھے۔ علاوہ ازیں مستشرق بروکلمان کے علاوہ کسے نے اس کتاب کو ان کے

(۱) سنن ترمذی، کتاب الزہد؛ وسنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب مثل الدنیا؛ وبیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۳۳۷-۳۳۸۔